عجل اللہ فرجہ الشریف

وارثِ زمانہ سے ملاقات

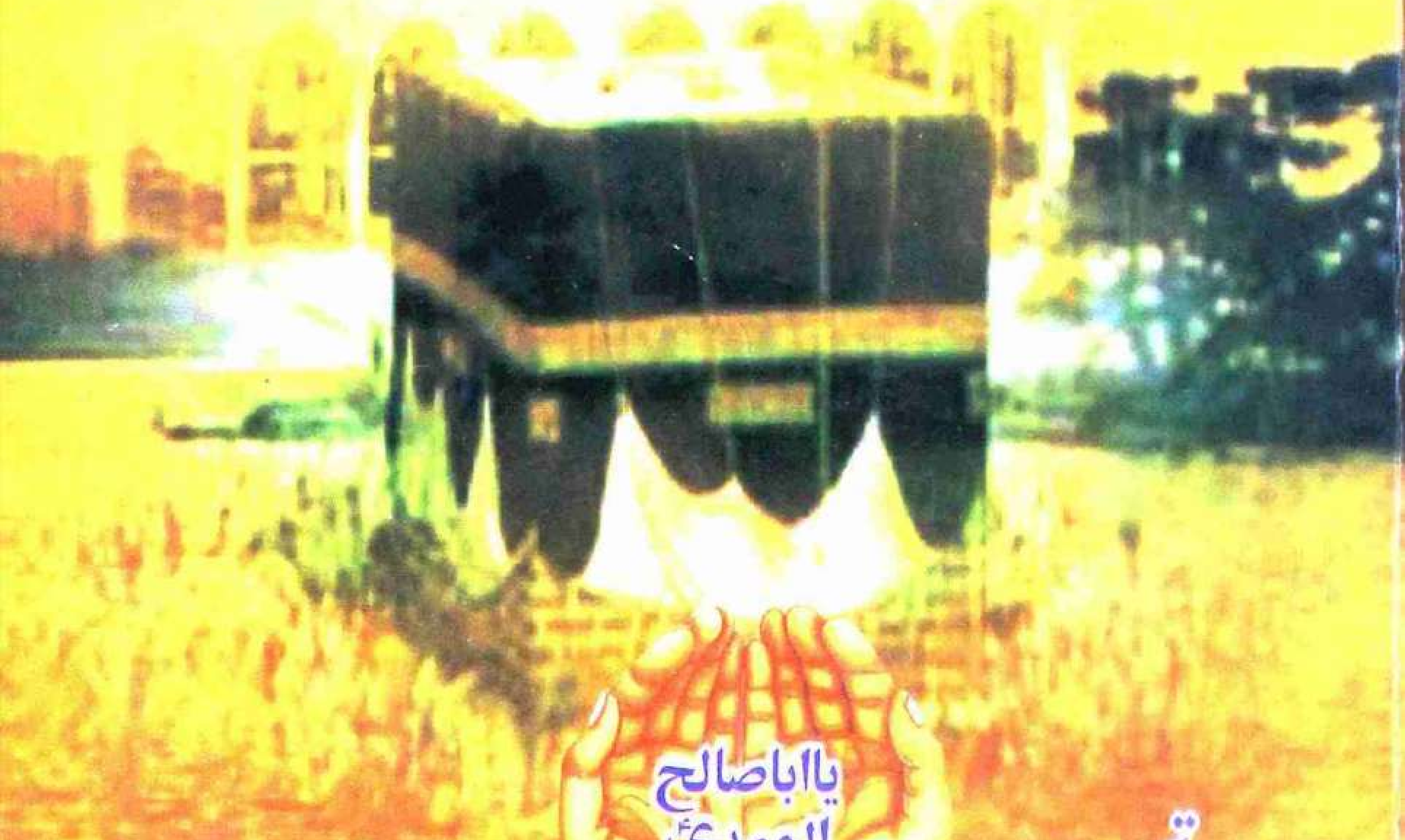

تحریر
محمد سلیم علوی

ناشر
ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وارث زمانہ علیہ السّلام

سے ملاقات

BOOK FAIR
IBNE ZEHRA
INSTITUTE

تالیف

محمد سلیم علوی

ناشر

ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ________ وارث زمانہ علیہ السّلام سے ملاقات

تالیف: ________ محمد سلیم علوی

تعداد ________ 500

ناشر ________ ادارہ تعلیم وتربیت لاہور

قیمت ________

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الرضا

8- بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور فون نمبر: 7245166

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عیادت امام زمانہؑ ۱۰۸

احترام قرآن کی تاکید ۱۱۱

شفایابی ۱۱۴

امداد امام زمانہؑ ۱۲۰

راز کی بات ۱۲۳

سل کی بیماری سے نجات ۱۲۸

چوتھی فصل نجات ....

انار کا واقعہ ۱۳۵

کرشمہء امامت ۱۴۶

قتل سے نجات ۱۴۹

نصرت امام زمانہؑ ۱۵۴

امام زمانہؑ اور پیاسا مسافر ۱۵۸

دوبار ملاقات ۱۶۱

مجلس عزا ۱۶۶

ملاقات کیسے ہوسکتی ہے ۱۶۹

❁ با حجاب خاتون اور نصیحت امام زمانہ ۱۷۴

پانچویں فصل عنایت ....

❁ عطائے امام زمانہؑ ۱۷۹

❁ عنایت امام زمانہؑ ۱۸۳

❁ کمک امام زمانہؑ ۱۸۵

❁ شرف ملاقات ۱۸۷

❁ عطائے طعام ۱۹۳

❁ ملاقات امام زمانہؑ ۱۹۶

❁ عطائے انگوٹھی ۲۰۱

❁ مظلوم زمانہؑ ۲۰۵

❁ فہرست ۵

❁ منابع ۲۰۷

فہرست

پہلی فصل شفاعت ....

- مقدمہ 9
- بخشش گناہ ۱۵
- کرامت حضرت فاطمہ زہرا(س) ۱۹
- شیعہ وسنی دو عالم ۲۶
- سنی عالم اور دیدار امام زمانہؑ ۳۲
- نجات کا پروانہ ۳۷
- نماز صبح کی تاکید ۵۳
- قرض کی ادائے گی ۵۷

دوسری فصل مشکلات کا حل ....

- علامہ حلی اور ملاقات امام زمانہؑ ۶۵
- امام زمانہؑ اور علمی مشکل کا حل ۶۸
- اصلاح فتویٰ ۷۲
- حصول علم کی نصیت ۷۴
- شرف دیدار ۷۸
- زیارت وارثہ اور گریہ امام زمانہؑ ۸۲
- گریہ امام زمانہؑ ۸۷
- شب ملاقات ۹۰
- امام زمانہؑ اور مشکل طواف کا حل ۹۴

تیسری فصل شفا ....

- شفائے بیمار ۹۹
- تلاوت قرآن کریم کی تاکید ۱۰۳
- لاعلاج کا علاج ۱۰۵

عمدہ مطالب پر مشتمل زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے، بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ ہم سب کو عمل صالح کی توفیق اور امام وقت سے شرف ملاقات کی سعادت حاصل فرمائے اور ہمیں ان کے اعوان وانصار میں شامل قرار دے۔

بارالہا! اس مختصر سی خدمت کو پر فائدہ قرار دے اور شرف قبولیت سے نواز، نیز توفیق عطا فرما کہ اسی طرح تیری راہ میں قدم اٹھاتے ہوئے خدمت دین کرتے رہیں۔

والحمدللہ و بہ نستعین

سلیم علوی

مقدمۂ مولف

بالیقین تمام تعریفیں رب کریم کے لیے سزاوار ہیں جس نے ایک اعلیٰ نظام کے تحت انسانوں کو خلق فرما کر ان کے لئے ایک میزان قرار دی تا کہ انہیں آزمائے کہ ان میں عمل صالح انجام دینے والا مطیع و فرمانبردار اور شکر گزار بندہ کون ہے اور برے عمل انجام دینے والا نافرمانبردار و ناشکرا بندہ کون ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس نے ہر وقت انسان کے لئے ایک قانون اور راہنما کا انتظام کیا تا کہ انسانی حیات کا کوئی گوشہ قانون اور راہنما سے خالی نہ رہے اور وہ یہ شکایت نہ کر سکے کہ فلاں وقت میری اصلاح کے لئے نہ کوئی قانون کی کتاب تھی اور نہ ہی کوئی ہدایت و راہنمائی کرنے والا موجود تھا، دور حاضر میں بھی

قانون خدا کی کتاب (قرآن مجید) اور راہنما موجود ہے، یہ اور بات ہے کہ ایک تک ہماری ظاہراً بآسانی دست رسی ہے مگر دوسرے تک ہماری رسائی بآسانی ممکن نہیں، جو ہماری نااہلی وکم معرفت کی بنا پر ہے، جیسا کہ مطالعہ کتاب کے بعد بخوبی آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔

بے شک قانون خدا کی کتاب قرآن کریم میں جو واقعات بیان کیئے گئے ہیں ان میں صاحبان ایمان کے لئے وعظ ونصیحت ہے، جس سے وہ درس عبرت لیتے ہیں اور اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہیں، نیز اسی طرح عظیم المرتبت علما کے واقعات ہیں، جن میں صاحبان ایمان وایقان وعرفان کیلئے وعظ ونصیحت اور درس عبرت ہے، اسی لئے میں نے اس کتاب میں کچھ ایسے واقعات نقل کئے ہیں کہ اگر انسان جنہیں سنجیدگی کے ساتھ پڑھ کر ان میں بیان شدہ وعظ ونصیحت سے درس عبرت لینا چاہے گا تو انشاء اللہ حقائق کے دروازے اس کے سامنے کھلتے جائیں گے اور وہ معرفت خدا سے قریب ہوتا جائے گا، اس کتاب میں بعض علما اور دگر افراد کی حضرت امام زمانہؑ سے بلا واسطہ ملاقات کے واقعات بیان ہوئے ہیں جو یقیناً ایک شرف عظیم اور انسان کے خوشبخت وسعادت مند اور نیکوکار وصالح ہونے کی پہچان ہے، میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں عالی جناب علی خمسہ ای قزوینی کا جو اس کتاب کو زیور طبع سے مزین کر رہے ہیں، نیز آپ کی ایک کتاب (بنام فضائل صلوات اور مشکلات کا حل) بہت ہی

بخشش گناہ

مرحوم علامہ بحرالعلومؒ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ میں سامرا جارہا تھا، درمیان راہ اچانک میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ حضرت امام حسینؑ پر رونا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے یا نہیں؟ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک گھوڑ سوار کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ گھوڑ سوار قریب آیا اور اس نے سلام کیا اور دریافت کیا:

سیّد صاحب! آپ کس چیز کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟ اگر کوئی علمی مسئلہ ہے تو بیان کیجئے ہوسکتا ہے میں حل کردوں۔

میں نے کہا: میں سوچ رہا ہوں کہ آخر خدائے رحیم و کریم حضرت امام حسینؑ کے زائرین کو کس طرح اتنا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے کہ آنحضرتؑ کی

زیارت کے لئے جو شخص چلتا ہے تو ہر قدم کے عوض ایک حج وعمرہ کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے اور آنحضرتؑ کے مصائب پر رونے میں ایک قطرہ اشک پر تمام گناہان کبیرہ وصغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں؟!

گھوڑ سوار نے فرمایا: تعجب نہ کیجئے، میں ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ آپ کی مشکل حل ہو جائے:

ایک دن ایک بادشاہ اپنے درباریوں کے ساتھ شکار کے لئے نکلا، شکار کرتے ہوئے اپنے درباریوں سے اتنا زیادہ دور ہو گیا کہ نہ درباریوں کی اس تک رسائی ہو سکی اور نہ ہی بادشاہ کو ان کی خبر رہی کہ وہ کہاں ہیں، اس نے حتی الامکان ان تک پہنچنے کی سعی وکوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا جس کے نتیجے میں کافی تھک گیا یہاں تک کہ چلنے پھرنے کی قوت بھی نہ رہی، بھوک اور پیاس کا شدّت سے احساس کرنے لگا، وہ ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ کیا کرے، اسی دوران اچانک اسے ایک خیمہ دکھائی دیا اور وہ اس کی طرف چل دیا۔

خیمہ میں ایک ضعیف عورت اپنے فرزند کے ساتھ رہتی تھی نیز اس کے پاس ایک بکری تھی جس کے دودھ سے وہ خرچ وغیرہ پورا کرتی تھی، جب بادشاہ اس کے پاس پہنچا تو وہ اسے نہ پہچان سکی کہ یہ کون ہے، لیکن پھر بھی ضعیفہ نے اس کی کافی خاطر تواضع کی اور اس کے کھانے کے لیے بکری کو ذبحہ کر دیا اور اس کے کباب بنا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دیئے، کیوں کہ اس

پہلی فصل

شفاعت

- بخشش گناہ
- کرامت حضرت فاطمہ زہرا(س)
- شیعہ وسنی دو عالم
- سنی عالم اور دیدار امام زمانہ علیہ السلام
- نجات کا پروانہ
- نماز صبح کی تاکید
- ادائے قرض

غریب کے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ تھا، بادشاہ کھانا کھا کر سیر ہو گیا، اس نے یہاں آرام کیا اور وہیں اس کے خیمہ میں رات گزاری، دوسرے دن صبح سویرے بادشاہ بڑی عزت و احترام کے ساتھ ان سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ اپنے درباریوں تک پہنچ گیا اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا پھر ان سے پوچھا:

اگر میں اس ضعیف عورت اور اس کے فرزند کے اس احسان کا بدلہ دینا چاہوں تو اس کے عوض میں کیا دوں؟

دربار میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

بادشاہ سلامت! آپ اسے سو (۱۰۰) گوسفند عنایت فرمائیں۔

دوسرے شخص نے کہا: آپ اسے سو گوسفند اور سو اشرفیاں دے دیجئے۔

تیسرے نے کہا: آپ فلاں کھیتی اسے دے دیجئے۔

بادشاہ نے کہا: میں جو کچھ بھی دوں اس کے اس احسان کے مقابلہ میں کم ہے، اگر میں اپنی پوری سلطنت اس کے اختیار میں دے دوں تو جو کچھ اس نے مجھے دیا ہے یہ اس کے مثل ہو گا کیوں کہ جو کچھ اس کے پاس تھا اس نے مجھے دے دیا، پس مجھے چاہئے کہ جو کچھ میرے پاس ہے میں اسے دے دوں تاکہ اس کے احسان کا بدلہ پورا ہو سکے۔

اس کے بعد گھوڑ سوار نے فرمایا: جناب بحرالعلوم! حضرت امام حسین کے پاس جو کچھ تھا، مال وزر، اہل وعیال، بہن بھائی حتیٰ خود اپنی جان سب راہ خدا میں دے دیا (اب خدائے واحد اپنی خدائی تو دے گا نہیں) لہٰذا اگر آنحضرتؑ کے زائرین اور رونے والوں کو اس قدر ثواب عطا فرمائے تو آپ کو تعجب نہیں کرنا چاہئے اور یہ اس کے لئے بہت آسان اور معمولی سا کام ہے (یقیناً اس ذات کبریا کی عطا لامحدود، اس کی بخشش لامحیط اور اس کا کرم بے مثال ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا) جس وقت گھوڑ سوار یہ کہہ کر چپ ہوئے تو اچانک میں ان کی طرف متوجہ ہوا مگر وہ موجود نہ تھے، جس کے بعد میری حیرت کا ٹھکانا نہ رہا اور پھر میرے ذہن میں آیا کہ یہ حضرت امام زمانہؑ تھے کوئی اور نہیں، میں نے اطراف میں تا حد نظر ہر طرف دیکھا مگر آنحضرت کے دیدار مبارک کا شرف دوبارہ حاصل نہ ہو سکا اور حسرت یاس کا ایک طوفان میرے دل میں سما گیا۔[۱]

۱۔ العبقری الحسان ج ۱، ص: ۱۱۹

کرامت حضرت فاطمہ زہرا(س)

آیۃ اللہ سیّد محسن امین عاملی بیان کرتے ہیں:

جناب شریف حسین کے والد ماجد جناب شریف علی کی بادشاہت کے زمانہ میں جو اس دور کے آخری بادشاہ نیز جن کا سادات سے تعلق تھا، میں مکہ مکرمہ پہنچا، طواف، عرفات، منیٰ، مشعر یہاں تک کہ ہر جگہ حضرت امام زمانہؑ کی زیارت کا مشتاق تھا کیونکہ احادیث وروایات میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس پر صد در صد یقین تھا کہ آنحضرتؑ ہر سال موسم حج میں خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لاتے ہیں، اس سال میں نے خدائے کریم سے بہت دعا کی کہ وہ مجھے امام زمانہؑ کی زیارت کا شرف عطا کرے، لیکن اتفاق وقت کہ ایّام حج ختم ہو گئے اور میں امام زمانہؑ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکا، ان دنوں

میں کافی پریشان حال تھا کہ کیا کروں، اب واپس جاؤں اور سال آئندہ پھر حج کے لئے آؤں تا کہ آنحضرتؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے یا یہیں رہ کر آئندہ سال کا انتظار کروں اور خدائے رحیم سے دعا کروں کہ وہ مجھے اپنی حجت کی زیارت سے مشرف کرے، آخر کار سفر کی صعوبت اور حالات کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ موسم حج تک یہیں رہوں تا کہ سال آئندہ خانہ کعبہ اور وارث خانہ کعبہ حضرت امام زمانہؑ کی زیارت ہو جائے بہر حال میں نے کسی طرح اس سال کو پورا کیا یہاں تک کہ موسم حج آیا اور میں نے امور حج انجام دیئے، مگر اصل مقصد حضرت ولی عصرؑ کی ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا اور یاس و نا امیدی کے بعد پھر یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کروں واپس وطن جاؤں یا اس بار اور رک جاؤں ہو سکتا ہے خدائے مستجاب الدعوات اس بار میری دعا قبول فرمائے اور مجھے اپنے مطلوب و محبوب امام زمانہؑ کی ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے......

بالآخر میں آنحضرتؑ سے ملاقات کی غرض سے پھر ٹھہر گیا اور پردیس میں رہ کر ناسازگار حالات کا سامنا کرتے ہوئے اپنے محبوب کے انتظار میں میں نے پورا سال گزار دیا یہاں تک کہ پھر حج کا زمانہ آگیا اور میں ان ایام میں ہر لمحہ آنحضرتؑ کی زیارت کا مشتاق رہا مگر اس سال بھی خدا کو منظور نہ ہوا اور میں آنحضرتؑ کی زیارت سے محروم رہ گیا، پس میں سوچنے لگا کہ اب کیا کیا

جائے، اس طرح پردیس میں کب تک رہوں؟ شاید میری قسمت میں مولا و آقا کی زیارت نہیں ہے اور وطن میں میرے اعزا و اقارب بھی میرے منتظر ہیں، لہٰذا بہتر ہے کہ وطن واپس چلا جاؤں لیکن پھر خیال آیا خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ خدا میری اس بار دعا قبول فرمائے ورنہ وطن جانے کے بعد نہیں معلوم کن حالات کا سامنا کرنا پڑے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے مکہ نہ آسکوں اور میرے دل میں اپنے مطلوب و محبوب امام زمانہؑ کی زیارت کا جو اشتیاق ہے اس سے محروم ہی رہ جاؤں لہٰذا اس بار پھر رک جاتا ہوں، بیشک خدائے تعالیٰ مسبب الاسباب اور ہر مشکل کو حل کرنے والا ہے میں انہی خیالات میں گم تھا کہ اچانک رکنے کا فیصلہ کرلیا اور اس سال پھر رک گیا اور اس طرح تقریباً پانچ سال اپنے مولا و آقا کے انتظار میں مکہ مکرمہ میں رہا اس طولانی مدت میں بادشاہ حجاز جناب شریف علی سے کافی اچھے تعلقات ہو گئے یہاں تک کہ میں ملنے کی غرض سے بغیر کسی ممانعت کے بادشاہ وقت کے پاس چلا جاتا تھا، آخر کار میں امام زمانہؑ کی زیارت کے اشتیاق میں آخری سال مکہ مکرمہ میں رہا موسم حج آیا اور میں نے امور حج انجام دیئے اور آخر میں خانہ کعبہ کے پاس آیا اور پردہ پکڑ کر گریہ و بکا کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں گلا و شکوہ کرنے لگا کہ بارالہا! آخر کار مجھے یہاں پردیس میں اس قدر طولانی عرصہ گزر گیا اور تو نے ابھی تک مجھے یہ توفیق و شرف

عطا نہیں فرمایا کہ میں امام زمانہؑ کی زیارت کا شرف حاصل کروں؟!

کافی راز و نیاز کے بعد میں خانہ کعبہ سے جدا ہوا اور مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر پہنچا، جب میں اس کی بلندی پر پہنچا تو مجھے پہاڑ کے قریب ایک سرسبز و شاداب جگہ نظر آئی جسے دیکھ کر بڑی خوشی سی ہوئی اور میں نے خود سے کہا: اطراف مکہ میں یہ سرسبز و شادابی اور یہ تر و تازگی کیسی ہے؟ آخر میں مکہ میں کئی سال رہنے کے باوجود یہاں کیوں نہیں آیا؟!

بالآخر میں پہاڑ کی بلندی سے اس سبز و شادابی کی طرف گیا، جس وقت میں اس گلستان کی طرف پہنچا تو میں نے اس کے بیچ و بیچ ایک شاہی خیمہ دیکھا، آہستہ آہستہ اس خیمہ کے قریب پہنچا، دیکھا کہ چند لوگ خیمہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک عظیم القدر شخص جن کے نورانی چہرے سے آثار بندگی عیاں ہیں ان سے محو گفتگو ہیں، جب میں بالکل نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ خیمہ کے اندر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہیں، میں ایک طرف کھڑا ہو گیا اور آنجناب کی گفتگو سننے لگا، وہ فرما رہے تھے: ہماری جد ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی ذرّیت اور اولاد دنیا سے باایمان رخصت ہوتی ہے اور احتضار کے وقت ان کو ایمان اور ولایت کی تلقین کی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی بھی مذہب حق کے علاوہ دنیا سے نہیں جاتا۔

یہ سنکر میں نے ایک نظر اس سبز و شادابی کو دیکھا اور پھر اس خیمہ کی

طرف متوجہ ہوا مگر وہ خیمہ اور اس میں موجودہ افراد کا وہاں نام ونشان نہیں تھا، یہ دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے دوسری طرف دیکھا تو سبز و شادابی کا اصلاً وجود ہی نہیں تھا اور میں نے خود کو حجاز کے پہاڑوں اور ریگستانی بیابان میں یک وتنہا پایا، آخر کار میں پہاڑ سے اترا اور شہر مکہ میں داخل ہو گیا لیکن اس وقت پورے شہر کی وضعیت بدلی ہوئی تھی، لوگ آپس میں سرگوشی کر رہے تھے اور نظام شہر کے مامور افراد غمزدہ تھے، میں نے لوگوں سے پوچھا:

آخر کیا ہوا؟

جواب دیا: بادشاہ مکہ احتضار کی حالت میں ہیں۔

یہ سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا اور جلدی سے بادشاہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچا جو حرم اور بازار کے بالکل قریب تھی، لیکن وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ مامورین افراد کسی کو بھی اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں مگر جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اندر جانے سے نہیں روکا کیوں کہ جانتے تھے کہ بادشاہ وقت سے میرے بہت اچھے روابط ہیں۔

پس جب میں بادشاہ سلامت کی قیام گاہ پر پہنچا تو میں نے انہیں زندگی کے آخری مرحلوں میں پایا، بڑے بڑے قاضی اور چاروں مذاہب اہل سنت (حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی) کے علما اور فضلا ان کے بستر کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے نیز بادشاہ وقت کے فرزند شریف حسین بھی وہاں تشریف فرما تھے،

علمائے اہل سنت اپنے مذہب کے مطابق انہیں تلقین کر رہے تھے مگر ان کے لبوں میں کوئی جنبش نہیں تھی وہ اس وقت ان سے بہت زیادہ متاثر تھے، میں بھی بادشاہ سلامت شریف علی کے بستر کے نزدیک بیٹھ گیا مگر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ وہی شخص جو اس سبز و شاداب مقام پر ان لوگوں سے محو گفتگو تھے داخل ہوئے اور شریف علی کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: اے شریف علی! کہو: اشهد ان لا اله الا اللہ اس وقت شریف علی کے لبوں میں حرکت ہوئی اور انہوں نے کہا: اشهد ان لا الـه الا اللہ (میں گواہی دیتا ہوں خدائے واحد و یکتا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں) ان بزرگوار نے پھر کہا: شریف علی! کہو: اشهد ان محمدارسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدائے تعالی کے رسول ہیں) شریف علی نے کہا: اشهد انّ محمدارسول اللہ، ان بزرگوار نے پھر کہا: اشهد انّ علیاًولی اللہ وخلیفة رسول اللہ، شریف علی نے کہا: اشهد انّ علیاً ولی اللہ ان بزرگوار نے پھر کہا: کہو: اشهد ان الحسن حجة اللہ، شریف علی نے بعینہ کہا، انہوں نے پھر فرمایا: کہو: اشهد ان الحسین بکربلا حجة اللہ، پس اس طرح وہ بزرگوار اپنی زبان مبارک سے کلمات ادا کرتے رہے اور شریف علی بعینہ وہی الفاظ دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ نے کہا: کہو اشهد انك حجة بن الحسن حجة اللہ، شریف علی نے اس جملہ کو بھی

بعینہ ادا کیا، میں یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ تھا کہ اتنے میں وہ بزرگوار اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور باہر کی طرف چلے گئے اور شریف علی نے بھی دعوت اجل کو لبیک کہہ دیا۔

میں یہ منظر دیکھ کر بہت حیران تھا، میں نے اپنے آپ پر قابو کیا اور بہت تیزی سے ان بزرگوار کے پیچھے چل دیا لیکن ان کو نہ پا سکا، دربان جو وہاں مامور تھے میں نے ان سے پوچھا مگر انہوں نے جواب دیا کہ اس گھر میں نہ کوئی داخل ہوا ہے اور نہ ہی کوئی نکلا ہے، بالآخر میں واپس محل میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ چاروں مذہب کے علما بادشاہ شریف علی کے آخری کلمات کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں:

ہاں کچھ لگتا تو ایسا ہی ہے۔

مگر وہ شخص کون تھا؟

اس وقت مجھے صد در صد یقین ہوا کہ وہ تلقین پڑھنے والے حضرت امام مہدی صاحب الزمانؑ تھے، میں نے اس دن دو بار آنحضرتؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا مگر افسوس کہ پہچان نہ سکا۔ ۱

۱۔ شیفتگان حضرت مہدیؑ جلد ۲

شیعہ وسنّی دو عالم

مولانا ابوالقاسم محمد بن ابی القاسم ہاشمی کی اہل سنت والجماعت کے ایک عالم دین مولانا رفیع الدین سے کافی پرانی دوستی تھی یہاں تک کہ آپس میں ایک دوسرے کے مال میں شریک اور تصرف بھی کر لیا کرتے تھے اور اکثر اوقات حتیٰ سفر وغیرہ میں بھی ساتھ رہا کرتے تھے، مذہبی اعتبار سے دونوں کا عقیدہ ایک دوسرے سے چھپا ہوا نہ تھا یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک دوسرے کو مزاحاً ناصبی اور رافضی بھی کہہ دیا کرتے تھے اور دوستی کے اس طولانی عرصہ میں ان دونوں کے درمیان کبھی مذہبی بحث نہیں ہوئی، اتفاق سے یہ دونوں دوست ایک دن شہر ہمدان کی مسجد میں جسے مسجد عتیق کہتے ہیں آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ دونوں کے درمیان مذہبی بحث چھڑ گئی، دوران بحث رفیع الدین صاحب جو اہل سنت والجماعت کے عالم دین تھے جناب عمر اور جناب ابوبکر کو حضرت علیؑ پر افضیلت و برتری دینے لگے۔

ابوالقاسم صاحب نے رفیع الدین صاحب کے نظریہ کی تردید کی اور حضرت علیؑ کو جناب ابوبکر اور جناب عمر دونوں پر برتری دی نیز آپ نے حضرت علیؑ کے افضل و برتر ہونے پر کافی آیات قرآن کریم اور بہت سی احادیث کے ذریعہ استدلال، کیا حضرت علیؑ سے جو کرامات و معجزات ظاہر ہوئے تھے انہیں بیان کیا، لیکن رفیع الدین صاحب اپنی بات پر اڑے رہے اور اس کے برخلاف آپ نے جناب ابوبکر کی برتری ثابت کرنے کے لئے حضرت رسول خداؐ اور حضرت ابوبکر کے غار حرا میں ساتھ رہنے سے استدلال کیا چنانچہ آپ نے کہا: جناب ابوبکر کو مہاجرین وانصار میں چند خصوصیات حاصل تھیں، اول یہ کہ پیغمبر اسلامؐ آنجناب کے داماد تھے، دوسرے یہ کہ آپ آنحضرتؐ کے خلیفہ وجانشین قرار پائے اور اسی طرح انہوں نے بیان کرنا شروع کردیا یہاں تک کہ آپ نے کہا: حضرت پیغمبر اکرمؐ نے دو حدیث جناب ابوبکر کی شان میں بیان فرمائیں اول یہ کہ: اے ابوبکر! تم میرے پیرہن کی طرح ہو، دوسرے یہ کہ آپ نے لوگوں کو حکم فرمایا: میرے بعد دو افراد کی پیروی کرنا ایک ابوبکر اور دوسرے عمر......

یہ سن کر مولانا ابوالقاسم ہاشمی نے کہا: آخر تم کس دلیل کے ذریعہ جناب ابوبکر کو سید الاوصیاء، حامل لواء حمد، امام انس وجان، جنت وجہنم کے تقسیم کرنے والے، حضرت علیؑ پر ترجیح دیتے ہو جبکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ آنجناب

صدیق اکبر، فاروق اعظم، برادر رسول خداؐ اور شوہر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور تم یہ بھی بخوبی جانتے ہو کہ جب پیغمبر اسلامؐ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت علیؑ آپ کے بستر پر سوئے اور رسول خداؐ کے ساتھ تمام سخت حالات میں شریک رہے اور یہ کہ رسول خداؐ نے مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرادیا تھا سوائے حضرت علیؑ کے دروازے کے اور یہ کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بت شکنی کے لئے اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور خدائے رحیم وکریم نے حضرت علیؑ کا عقد جناب فاطمہ زہراؑ کے ساتھ عرش معلیٰ پر کیا اور آپ نے عمر بن عبدود کو ہلاک اور خندق کو فتح کیا اور آپ نے خدائے واحد و یکتا کی نسبت پل بھر کیلئے بھی شرک نہیں کیا برخلاف ان تینوں حضرات کے (جنہوں نے طولانی عرصہ تک بت پرستی وشرک میں کوئی کسر نہ چھوڑی) اور رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو چار پیغمبروں سے تشبیہ دی چنانچہ آپ نے فرمایا: جو شخص جناب آدمؑ کو ان کے علم، جناب نوحؑ کو ان کے حلم، جناب موسیٰؑ کو ان کی ہیبت اور جناب عیسیٰؑ کو ان کے زہد میں دیکھنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ حضرت علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھے، ان واضح وروشن تمام فضائل وکمالات اور اس نسبت کے باوجود جو آنجنابؑ کو آنحضرتؐ سے تھی اور سورج کے حضرت علیؑ کے لئے پلٹنے کے باوجود آخر کس طرح جناب ابوبکر کو حضرت علیؑ پر برتری دینا جائز ہے؟

مولانا رفیع الدین پر جب کوئی قانع کنندہ جواب نہ بن سکا اور آپ نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کے جناب ابوبکر سے افضل و برتر ہونے پر دلیل پر دلیل دے رہے ہیں تو کافی بحث و مباحثہ کے بعد آپ نے مولانا ابوالقاسم صاحب سے کہا:

ابھی ذرا صبر کرتے ہیں، اس وقت جو شخص بھی پہلے مسجد میں آئے گا اسے قاضی قرار دیں گے اور جو بھی وہ کہے چاہے میرے مذہب کے نفع میں یا آپ کے مذہب کے نفع میں دونوں اس کی بات قبول کریں گے۔

مولانا ابوالقاسم جو کہ اہل ہمدان کے عقیدہ سے بخوبی باخبر تھے اور جانتے تھے کہ یہاں تمام سنی ہیں لہٰذا اس شرط سے خوف زدہ ہوئے اور سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے لیکن کافی بحث و مباحثہ ہو چکا تھا لہٰذا مجبوراً ناچار ان کی بات قبول کرنا پڑی، شرط قبول ہونے کے بعد ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اچانک ایک خوبصورت جوان مسجد میں داخل ہوگیا، جس کے نورانی چہرے سے جلالت و کرامت و نجابت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے آپ سفر سے آرہے ہیں پس وہ ان کے پاس آئے۔

مولانا رفیع الدین صاحب فوراً اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور سلام کے بعد پوچھا:

حضرت علیؑ افضل ہیں یا جناب ابوبکر؟

جوان نے بغیر کسی فاصلہ کے فوراً یہ دو شعر پڑھے:

متیٰ اقل مولای افضل منهما

اکن للذی فضلته متنقضا

جب بھی میں حضرت علیؑ اور ان دونوں کے درمیان مقائسہ کے وقت یہ کہوں کہ میرے مولا افضل ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ میں نے مولاؑ کے مقام و منزلت کو کم کر دیا۔

الم تران السیف یزری بعده

مقالك هذاالسيف احدى من العصاء

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تلوار تمہاری سرزنش کرے گی۔ اگر تم یہ کہو گے کہ تلوار کی دھار لاٹھی سے تیز ہے۔

جب جوان ان دونوں اشعار کو پڑھ چکے تو مولانا ابوالقاسم صاحب و مولانا رفیع الدین صاحب دونوں ان کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے، آپ ان کے حالات وغیرہ جاننے کے لئے چاہتے تھے کہ کچھ گفتگو کریں لیکن ابھی آپ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک دم سے وہ غایب ہو گئے یہ منظر دیکھ کر دونوں کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہا اور ان دونوں نے انہیں ہر طرف دیکھا مگر وہ نظر نہیں آئے، مولانا رفیع الدین نے جب اس عجیب وغریب منظر کو دیکھا تو اپنا سنّی مذہب چھوڑ کر مذہب شیعہ اثنا عشری قبول کر لیا۔

امام زمانہؑ کے ان اشعار میں یقیناً کمال حکمت پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ آپ نے امت مسلمہ کو یہ پیغام دیا کہ حضرت علیؑ کا ان دونوں حضرات سے اصلاً مقایسہ نہ کیا جائے اور جو شخص یہ مقایسہ کرے کہ حضرت علیؑ افضل ہیں یا ابوبکر یا مقایسہ کے وقت یہ کہے کہ حضرت علیؑ فلاں فلاں سے افضل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کی فضیلت کو کم کیا جو کہ اصلاً جائز نہیں ہے پس کس درجہ آپ کا کلام کمال حکمت کو پہنچا ہوا ہے اس کا اندازہ ہرگز نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ آپ نے مقایسہ کے وقت یہ کہنے سے گریز بھی کیا کہ حضرت علیؑ ان دونوں سے افضل ہیں اور افضلیت حضرت علیؑ کو بیان بھی کر دیا پس اب آپ امام زمانہؑ کے اس پر حکمت کلام سے اندازہ لگائیں کہ اہل بیتؑ کس عظیم مرتبہ پر فائز ہیں۔[1]

۱۔ نجم الثاقب، ص ۵۷۹

سنّی عالم اور دیدار امام زمانہؑ

فرقہ زیدیہ کے ایک عالم دین سید بحر العلوم یمنی حضرت امام زمانہؑ کے وجود رحمت و برکت کا صاف انکار کیا کرتے تھے، کہتے تھے کہ یہ شیعہ حضرات جو کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک امام انسانوں کی ہدایت کے لئے باقی ہیں اورانہی کے صدقہ میں یہ دنیا باقی ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ اس وقت لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں اور جب حکم خدا ہوگا تو ظہور فرمائیں گے یہ سب جھوٹ ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے شیعہ علما مراجع کرام سے کافی دنوں تک سوال و جواب کی شکل میں خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھا اور شیعہ علماء سے حضرت امام مہدیؑ کے اثبات وجود اور حیات طیبہ پر دلیل و برہان کا مطالبہ کیا، علمائے شیعہ نے کتب تواریخ سے کافی دلیل و برہان پیش کیں، مگر وہ کسی بھی دلیل کو قبول نہیں کرتے تھے اور جواب میں کہہ دیا کرتے تھے کہ جس کا

آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا میں نے بھی مطالعہ کیا ہے یہاں تک کہ ایک بار انہوں نے آیۃ اللہ اصفہانی کے پاس خط لکھا اور ایک قانع کنندہ جواب کا مطالبہ کیا۔

سید اصفہانی نے جواب میں تحریر فرمایا: میں تمہارے سوال کا جواب خط کے ذریعہ نہیں دوں گا بلکہ اگر تم واقعاً جواب چاہتے ہو تو نجف آجاؤ میں یہاں تمہیں انشاء اللہ اطمینان بخش جواب دے دوں گا۔

جس وقت خط آپ کے پاس پہنچا اور آپ نے اسے پڑھا تو اپنے کچھ خاص لوگوں سے مشورہ وغیرہ کیا اور پھر اپنے فرزند سید ابراہیم اور دیگر اپنے چند خاص افراد کے ساتھ یمن سے نجف اشرف کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس طولانی مسافت کے بعد جب نجف اشرف پہنچے تو اکثر علما منجملہ آیۃ اللہ اصفہانی وغیرہ سے ان کی ملاقات ہوئی، کچھ دیر احوال پرسی کے بعد سید بحر العلوم نے آیۃ اللہ اصفہانی سے کہا:

میں آپ کے کہنے کے مطابق یہاں آیا ہوں، آپ نے جو جواب دینے کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کیجئے۔

آپ نے فرمایا: کل رات تم گھر آنا، وہاں جواب دوں گا، آیۃ اللہ اصفہانی نے ان حضرات و دیگر چند لوگوں کے کھانے کا اہتمام کیا، بالآخر دوسرا دن نمودار ہوا اور شب بھی ہو گئی یہ حضرات آیۃ اللہ اصفہانی کے گھر پہنچے اور سب

نے شکم سیر ہو کر کھانا تناول فرمایا، دھیرے دھیرے دوسرے مہمان اپنے اپنے گھر جانے لگے یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی اور بحر العلوم بے چینی کے عالم میں جواب کے منتظر تھے کہ مجھے جواب کے لئے یمن سے بلایا اور آنے کے بعد انہوں نے جواب دینے کے لئے رات میں کہا تھا اور اب آدھی رات گزر چکی ہے مگر ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا، آپ انہی خیالات میں گم تھے کہ اچانک آیۃ اللہ اصفہانی کی آواز سنائی دی، وہ اپنے نوکر سے جو چراغ لئے ہوئے تھا کہہ رہے تھے:

سید بحر العلوم اور ان کے فرزند سے کہہ دو یہاں آجائیں۔

خادم نے آکر آیۃ اللہ اصفہانی کا پیغام پہنچا دیا، جو افراد ساتھ آئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم دروازہ تک ساتھ گئے لیکن وہاں پہنچ کر ہم سے کہہ دیا گیا کہ تم اندر نہ آنا پس ہم وہیں رک گئے اور خادم کے ساتھ سید بحر العلوم اور ان کے فرزند چلے گئے مگر نہیں معلوم کہ کدھر گئے، بہر حال دوسرا دن نمودار ہوا اور ہم نے بحر العلوم کے فرزند سید ابراہیم سے ملاقات کی اور ان سے شب کا ماجرہ دریافت کیا؟

سید ابراہیم نے کہا: الحمد للہ ہم صاحب بصیرت اور شیعہ اثنا عشری ہو گئے ہیں۔

میں نے پوچھا: آخر کس طرح؟!

سید ابراہیم نے کہا: کیوں کہ اس شب آیۃ اللہ اصفہانی نے میرے والد کو حضرت ولی عصر امام زمانہؑ کی زیارت سے مشرف فرمایا ہے، میں نے اس کی تفصیل دریافت کی تو ابراہیم نے کہا:

رات کے سناٹے میں جب ہم گھر سے باہر آئے تو ہمیں کوئی خبر نہیں تھی کہ ہم کہاں جا رہے ہیں یہاں تک کہ چلتے چلتے ہم شہر سے باہر نکل گئے اور وادی السلام میں داخل ہو گئے، وادی کے بیچ و بیچ ایک جگہ تھی جسے مقام حضرت مہدیؑ بتایا گیا، وہاں پہنچ کر انہوں نے حسین مشہدی سے چراغ لیا اور پھر آیۃ اللہ اصفہانی و والد محترم اور میں تینوں حضرات ایک صحن میں داخل ہو گئے وہاں پر ایک کنواں تھا، آیۃ اللہ اصفہانی نے اس سے پانی نکالا اور تجدید وضو کیا، ہم دونوں ان کے عمل کو دیکھ کر ہنس رہے تھے، اس کے بعد وہ ایک مقام پر پہنچے اور چار رکعت نماز پڑھی بعد نماز انہوں نے اپنی زبان سے کچھ کلمات ادا کئے ہی تھے کہ اچانک ہم نے دیکھا وہاں کی پوری فضا روشن ہو گئی پھر انہوں نے میرے والد کو طلب کیا، جس وقت میرے والد اس جگہ پہنچے تو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ان کے گریہ کی آواز سنائی دی، انہوں نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے، میں یہ منظر دیکھ کر گھبرایا اور فوراً دوڑ کر قریب پہنچا، میں نے دیکھا کہ آیۃ اللہ اصفہانی میرے والد کے شانہ کو ہلا رہے ہیں، آخر کار وہ ہوش میں آئے اور میرے دل کو ذرا سکون ہوا پس جب ہم وہاں سے پلٹے تو میرے والد محترم نے

کہا: میں نے حضرت ولی عصر امام زمانہؑ کی بلاواسطہ زیارت کی سعادت حاصل کی اور آنجنابؑ کے دیدار مبارک سے مشرف ہو کر صاحب بصیرت اور شیعہ ہو گیا ہوں۔۱

۱۔ ملاقات با امام زمانہؑ جلد ۱ ' صفحہ ۲۶۴

نجات کا پروانہ

جناب علی بغدادی کہتے ہیں:

جب میں نے خمس نکالا تو اسی (۸۰) تومان نکلے اس کے بعد میں نجف اشرف گیا تو ان میں سے بیس (۲۰) تومان جناب شیخ مرتضیٰ انصاری احلہ اللہ دار السلام کو اور بیس (۲۰) تومان جناب مولانا شیخ محمّد حسین کاظمی کو اور بیس (۲۰) تومان جناب مولانا شیخ محمّد حسن شروقی کو دیئے اور بیس (۲۰) تومان میرے ذمہ باقی رہ گئے، میں نے سوچا کہ جاتے وقت یہ بقیہ بیس (۲۰) تومان جناب مولانا شیخ محمّد حسین کاظمی آل یاسین کو دے دوں گا۔

جب میں بغداد واپس آیا تو میں نے سوچا کہ جتنا جلدی ہو سکے وہ بقیہ رقوم شریعہ جو میرے ذمہ ہے ادا کر دوں، بالآخر جمعرات کے دن میں حضرت امام ہادیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کی زیارت سے مشرف ہوا،

زیارت کے بعد میں شیخ انصاریؒ کی خدمت میں پہنچا اور ان بیس ۲۰ تومان میں سے کچھ تومان میں نے انہیں دے دیئے اور ان سے وعدہ کیا کہ بقیہ تومان کچھ سامان فروخت ہونے کے بعد فوراً آپ تک پہنچادوں گا، میرا ارادہ تھا کہ دوپہر بعد عصر کے وقت بقیہ تومان انہیں دے دوں گا، جناب شیخ نے مجھ سے کہا کہ آپ یہیں رک جائیے۔

میں نے عرض کیا: نہیں مزدوروں کو ان کی اجرت دینا ہے لہٰذا میرا جانا ضروری ہے پھر کبھی انشاء اللہ اگر وقت نے ساتھ دیا تو آپ کو زحمت دوں گا، چوں کہ میرا ہمیشہ کا دستور یہ تھا کہ میں مزدوروں کو ان کی مزدوری ہفتہ میں ایک دفعہ شب جمعہ میں دیا کرتا تھا لہٰذا میں اسی خاطر کاظمین سے بغداد کی طرف روانہ ہوگیا، چلتے چلتے جب تقریباً ایک تہائی راستہ طے کر چکا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک جلیل القدر سید بغداد کی جانب سے میری طرف چلے آرہے ہیں، جب ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو انہوں نے خوش آمدید کہا، میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھائے، پھر ہم آپس میں گلے ملے اور دونوں نے ایک دوسرے کی پیشانی کا بوسہ لیا، ان کے سر مبارک پر سبز عمامہ اور رخسار مبارک پر سیاہ تل کا نشان تھا، انہوں نے احوال پرسی کرتے ہوئے مجھ سے کہا:

علی صاحب! خیریت سے ہو، کہاں کا اردہ ہے؟

میں نے عرض کیا: ہاں الحمدللہ ٹھیک ہوں، کاظمین سے زیارت کر کے واپس بغداد جارہا ہوں۔

فرمایا: آج شب جمعہ ہے، تمہیں کاظمین ہی میں ہونا چاہئے، بہتر ہے واپس چلے جاؤ۔

میں نے عرض کیا: میرے سید و سردار اب میں واپس نہیں جاسکتا۔

دریافت فرمایا: کیوں نہیں جاسکتے؟ اسی میں بہتری ہے کہ واپس پلٹ جاؤ تا کہ میں گواہی دوں کہ تم ہمارے جد امجد حضرت امیر المومنینؑ کے چاہنے والے اور ہمارے دوستوں میں سے ہو، نیز شیخ تمہیں گواہی نامہ دیں گے کیوں کہ خدائے تعالیٰ نے امر فرمایا ہے کہ دو گواہ حاصل کرو (یہ بات اس چیز کی طرف اشارہ تھا جو میرے ذہن میں تھی کہ شیخ مجھے ایک نامہ لکھ کر دیں کہ میں اہل بیتؑ کا چاہنے والا ہوں اور پھر میں اسے اپنے کفن میں رکھوں) پس میں نے فوراً ان سے سوال کیا:

آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ آخر آپ کس طرح گواہی دیتے ہیں؟!

فرمایا: جو شخص کسی کے حق کو اس تک پہنچاتا ہے تو آخر وہ اس کو کس طرح نہیں جانتا۔

میں نے پوچھا: کون سا حق؟

فرمایا: وہ چیز جو تم نے میرے وکیل تک پہنچائی ہے۔

میں نے پوچھا: آپ کا وکیل کون ہے؟

جواب فرمایا: شیخ محمد حسن۔

میں نے کہا: کیا وہ آپ کے وکیل ہیں؟

فرمایا: ہاں وہ ہمارے وکیل ہیں۔

جناب علی بغدادی کہتے ہیں: یہ سب سنکر میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ آخر اس جلیل القدر سید نے مجھے میرے نام سے آواز دی جبکہ میں انہیں اصلاً نہیں جانتا لیکن پھر اس کے بعد میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ مجھے کہیں سے جانتے ہوں اور میں انہیں بھول گیا ہوں، اس کے بعد میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید یہ سید مجھ سے سہم سادات چاہتے ہیں لہٰذا بہتر ہے کہ سہم امام میں سے کچھ انہیں دے دوں پس میں نے عرض کیا:

جناب! میرے پاس آپ کا کچھ حق باقی ہے، اس کے سلسلہ میں، میں نے جناب شیخ حسن کی طرف مراجعہ کیا ہے، یہ سن کر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے اور فرمایا:

ہاں تم نے ہمارے حق میں سے کچھ حصہ نجف اشرف میں ہمارے وکیلوں کو دیا ہے۔

میں نے عرض کیا: جو کچھ میں نے دیا ہے کیا وہ قبول ہے؟

فرمایا: ہاں۔

اس کے بعد اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ ان کا مقصود ومطلوب یہ ہے کہ علماسہم سادات حاصل کرنے میں وکیل ہیں البتہ اس وقت میرے حواس یکجانہیں تھے۔

پس انہوں نے فرمایا: واپس جاؤ اور ہمارے جدامجد کی زیارت کا شرف حاصل کرو۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا: حضور آپ کا حکم سر آنکھوں پر اور پھر ہم دونوں واپس کاظمین کی طرف چل دیئے ،ابھی چند قدم چلے تھے کہ اچانک میں نے دیکھا ہمارے داہنی طرف ایک صاف وشفاف پانی کی نہر جاری ہے اور لیمو، نارنج، اناروانگور وغیرہ کے درخت جن کا موسم نہ تھا ہمارے اوپر سایہ کئے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا:

یہ نہراور یہ درخت کیسے ہیں؟

فرمایا: ہمارے چاہنے والوں میں جو شخص بھی ہماری اور ہمارے آباواجداد کی زیارت کرے گا اس کے لئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اگر آپ کی اجازت ہوتو ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟

جواب فرمایا: پوچھئے۔

میں نے عرض کیا: مرحوم شیخ عبدالرزاق ایک مدرسہ میں

پڑھایا کرتے تھے میں، ایک دن ان کے پاس گیا، میں نے ان سے سنا کہ: اگر کوئی شخص اپنی پوری زندگی دنوں میں روزہ رکھے اور شبوں میں عبادت کرے نیز چالیس حج وچالیس عمرہ انجام دے اور صفاومروہ کے درمیان دعوت حق کو لبیک کہہ دے لیکن حضرت امیر المومنینؑ کا چاہنے والا نہ ہو تو یہ تمام عبادتیں اسے کوئی فائدہ نہ دیں گی، اس بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

فرمایا: ہاں خدا کی قسم اس کا ہاتھ نیکی سے خالی ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ایک رشتہ دار کے بارے میں سوال کیا:

کیا فلاں صاحب حضرت علیؑ کے چاہنے والے ہیں؟

جواب فرمایا: ہاں وہ اور جو تم سے متعلق ہیں سب حضرت علیؑ کے چاہنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا: جناب! ایک مسئلہ اور ہے اگر اجازت فرمائیں تو عرض کروں؟

فرمایا: پوچھئے۔

میں نے عرض کیا: ذاکرین بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سلیمان اعمش ایک شخص کے پاس گئے اور حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے بارے میں سوال کیا، اس نے جواب دیا کہ یہ کام بدعت ہے تو اس نے خواب میں زمین وآسمان کے درمیان ایک اماری کو دیکھا اور پوچھا:

اس اماری میں کون ہیں؟

جواب دیا: اس میں حضرت فاطمہ زہرا اورحضرت خدیجہ کبریٰ علیہما السلام ہیں۔

یہ سن کراس نے پھر پوچھا: یہ بی بیاں کہاں جارہی ہیں؟

جواب دیا: حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے کیوں کہ آج شب جمعہ ہے اسی دوران اچانک وہ متوجہ ہوا کہ اماری سے کچھ رقعے گررہے ہیں جن میں لکھا ہوا ہے:

”امان من النار لزوار الحسین فی لیلة الجمعة امان من النار یوم القیامة“

ترجمہ: یہ رقعہ ان لوگوں کے لئے جہنم سے نجات کا پروانہ ہے جوشب جمعہ امام حسینؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں، جناب کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

فرمایا: ہاں صحیح ہے۔

میں نے عرض کیا: میرے سید و سردار! سنا ہے لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص بھی حضرت امام حسینؑ کی شب جمعہ زیارت کرتا ہے تو یہ زیارت اس کے لئے آتش جہنم سے نجات کا موجب ہے؟

جواب فرمایا: ہاں خدا کی قسم صحیح ہے۔

اس کے بعد آنجناب کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔

میں نے عرض کیا: ایک مسئلہ اور ہے؟

فرمایا: پوچھئے۔

میں نے عرض کیا: جب ہم ۱۲۶۹ھ ق میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے تو ہم نے مقام درّود (۱) میں ایک بادیہ نشین عرب سے جو نجف اشرف کے مشرقی علاقہ میں رہتے تھے ملاقات کی اور ان کی خاطر تواضع کی، اس کے بعد ان سے پوچھا: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: موجب جنت ہے۔

آج تقریباً پندرہ دن ہو گئے کہ میں نے اپنے مولا و آقا حضرت علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے ساتھ ساتھ ان کے پر برکت دستر خوان پر کھانا کھایا ہے، کیا اب بھی منکر و نکیر میری قبر میں میرے پاس آسکتے ہیں؟ درحالاں کہ آنحضرت کے دستر خوان پر میں نے کھانا کھایا ہے جو میرے خون و گوشت میں رچ بس گیا ہے؟ یعنی کیا حضرت علی رضا علیہ السلام آئیں گے اور نجات دیں گے؟

جواب فرمایا: ہاں میرے جد ضامن ہیں۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا: میرے سید و سردار اگر اجازت ہو تو

۱۔ ایران میں شہر خراسان کا ایک محلّہ ہے۔

ایک مسئلہ اور ہے؟

فرمایا: پوچھئے:

میں نے عرض کیا: میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کی ہے کیا وہ قبول ہوگئی؟

جواب فرمایا: انشاء اللہ قبول ہے۔

میں نے عرض کیا: حاجی محمد حسین بذاز باش مرحوم حاجی احمد کے فرزند بھی زیارت سے مشرف ہوئے کیا ان کی زیارت بھی قبول ہے؟

جواب فرمایا: وہ نیک بندہ ہیں، انشاء اللہ ان کی زیارت بھی قبول ہے۔

میں نے عرض کیا: میرے سید وسردار بغداد کا رہنے والا فلاں شخص جو سفر میں ہمارے ساتھ تھا کیا اس کی زیارت بھی قبول ہے؟![1]

یہ سن کر آنجناب خاموش ہوگئے۔

میں نے عرض کیا: آپ نے میرے اس سوال کا جواب نہیں دیا، کیا ان کی زیارت بھی قبول ہے؟ اس بار بھی آنجناب نے جواب نہیں دیا، اس طرح باتیں کرتے ہوئے ہم لوگ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں کافی وسیع سڑک تھی،

---

[1]۔ جناب علی بغدادی بیان کرتے ہیں کہ بغداد کے یہ چند لوگ بہت مالدار تھے جو سفر میں فضول کاموں میں مست تھے اور جس شخص کے بارے میں میں نے سوال کیا اس نے اپنی ماں کو قتل کر دیا تھا!

اس کے دونوں طرف باغ تھے اور یہ راستہ کاظمین کی طرف جارہا تھا، اس سڑک کا معمولی سا حصہ جو باغ سے ملا ہوا تھا نیز سڑک کے داہنی طرف تھا وہ بعض یتیموں اور سادات کا حق تھا، جسے حکومت نے طاقت وقوت کے زور پر ان سے زبردستی چھین کر سڑک میں داخل کرلیا تھا، اسی بنا پر شہر بغداد اور کاظمین کے متقی و پرہیز گار افراد اس جگہ پر چلنے سے ہمیشہ گریز کرتے تھے، لیکن میں نے دیکھا کہ یہ سید بزرگوار اس جگہ پر چل رہے ہیں، مجھے بڑا تعجب سا ہوا کیوں کہ میں نے اس جگہ اس سے پہلے نہ کسی نیک آدمی کو اس مقام پر چلتے ہوئے دیکھا اور نہ ہی سنا تھا لہٰذا یہ سوال میرے ذہن میں بار بار آرہا تھا کہ آخر انہوں نے اس جگہ پر چلنے سے گریز کیوں نہیں کیا؟ بالآخر میں نے ان سے کہا: جناب والا! یہ جگہ سادات کے کچھ یتیم بچوں کا حق ہے جسے حکومت نے غصب کر کے سڑک میں داخل کردیا لہٰذا اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

فرمایا: یہ جگہ میرے جد امجد حضرت امیر المومنینؑ اور ان کی ذرّیت اور ہماری اولاد کا حق ہے لہٰذا ہمارے چاہنے والوں اور دوستوں کے لئے اس میں تصرف کرنا جائز ہے۔

اس جگہ کے قریب داہنی طرف ایک باغ تھا جو ظاہراً حاجی میرزا ہادی کے نام سے مشہور تھا وہ بڑے مشہور مالدار آدمی تھے اور بغداد میں رہتے تھے میں نے عرض کیا: میرے سید و سردار لوگ کہتے ہیں کہ یہ باغ جو

جناب میرزا صاحب کے نام سے مشہور ہے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی ملکیت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب فرمایا: تمہیں اس سے کیا مطلب۔

آپ نے جواب دینے سے گریز کیا، ہم اس وقت بات کرتے کرتے ایک نالی کے پاس پہنچے جو نہر سے اس جگہ کے کھیتوں اور باغوں وغیرہ میں آب یاری کے لئے نکالی گئی تھی، اس نہر کا اس سڑک سے گزر تھا اور شہر میں داخل ہونے کے لئے وہاں سے دو راستے تھے، ایک راہ بادشاہی اور دوسرا راہ سادات، وہ راہ سادات سے چلنا چاہتے تھے کہ میں نے عرض کیا:

آیئے اس راہ (بادشاہی) سے چلتے ہیں۔

جواب فرمایا: نہیں ہم اپنے اسی راستہ سے چلیں گے۔

یہ سن کر میں چپ ہو گیا اور پھر ہم اسی راہ سادات پر چل پڑے، لیکن ابھی چلتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اچانک میں نے دیکھا ہم صحن مقدس میں جوتے جمع ہونے کی جگہ کھڑے ہیں جبکہ شہر کے کسی کوچہ و بازار کو میں نے نہیں دیکھا! یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ آخر ہم کس طرح اتنی جلدی یہاں پہنچ گئے، بالآخر ہم اس دروازہ سے داخل ہوئے جو باب مراد کے نام سے مشہور تھا اور وہ اذن دخول پڑھے بغیر اندر داخل ہو کر حرم مطہر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے پھر مجھ سے فرمایا: زیارت پڑھو۔

میں نے عرض کیا: میں پڑھنا نہیں جانتا۔

فرمایا: کیا میں تمہارے لئے پڑھوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں ۔

فرمایا: أأدخل یا الله ؟

السلام علیك یا رسول الله ، السلام علیك یاامیرالمومنین........

اس طرح سے آپ نے تمام ائمہ اطہار علیھم السلام پر درود وسلام بھیجا یہاں تک کہ حضرت امام حسن عسکریؑ تک پہنچے اور پھر مجھ سے کہا:

کیا تم اپنے امام زمانہ (علیہ السلام) کو پہچانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟!

فرمایا: اپنے امام زمانہ پر درود وسلام بھیجو۔

میں نے کہا: السلام علیك حجة الله یاصاحب الزمان یابن الحسن۔

یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: علیك السلام ورحمة الله وبركاته۔

اس کے بعد ہم حرم مطہر میں داخل ہوئے اور ضریح مقدس کا بوسہ لیا آپ نے فرمایا:

زیارت پڑھو۔

میں نے عرض کیا: میں پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔

فرمایا: کیا میں تمہارے لئے زیارت پڑھوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں

فرمایا: تم کس زیارت کو پڑھنا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جو سب سے افضل ہو وہ پڑھیے۔

فرمایا: زیارت امین اللہ سب سے افضل ہے اور پھر اس کے بعد آپ نے زیارت پڑھنا شروع کی:۔

السلام علیکما یا امینی الله فی ارضه وحجته علیٰ عباده......

اس وقت حرم مطہر کے چراغ روشن کر دیئے گئے، میں نے دیکھا کہ شمع روشن ہیں مگر حرم مطہر کسی اور نور سے سورج کی طرح روشن ومنور ہے، شمع دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے دن کے اجالے میں چراغ روشن ہو، مگر اس وقت پوری طرح سے میرے حواس خاطر جمع نہیں تھے اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے، پس جب زیارت ختم ہوئی تو ضریح کی پائنتی سے سرہانے کی طرف آئے اور فرمایا:

کیا تم میرے جدامجد حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت پڑھنے

کیا طرب حاصل کرنا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں آج تو شب جمعہ ہے، پس انہوں نے ,,زیارت وارثہ،، پڑھی اور عین اسی وقت موذن اذان دے کر فارغ ہوا، آنجناب نے مجھ سے فرمایا: تم نماز جماعت سے ادا کرو، اس کے بعد آپ خود بھی حرم مطہر میں جہاں جماعت ہو رہی تھی آئے اور تنہا امام جماعت کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے، میں بھی جگہ تلاش کر کے صف اول میں کھڑا ہو گیا اور نماز ادا کی، جب نماز تمام ہو گئی تو اچانک ان کی طرف متوجہ ہوا مگر وہ دکھائی نہیں دیئے، میں ایک دم سے کھڑا ہوا اور ان کو تلاش کرتا کرتا مسجد سے باہر حرم تک آیا اور ہر طرف انہیں تلاش کیا مگر نظر نہیں آئے، میرا ارادہ تھا کہ انہیں کچھ رقم دے کر اس شب اپنے پاس مہمان رکھوں، پس اچانک میرے ہوش وحواس لوٹ آئے اور میرے ذہن میں خیال آیا کہ آخر یہ سید کون تھے؟ اور پھر میں گزشتہ کرامات کی طرف متوجہ ہوا مثلاً یہ کہ میں نے کاظمین واپس آنے میں ان کے حکم کی تعمیل کی جبکہ مجھے بغداد میں بہت مہم کام تھا اور یہ کہ انہوں نے مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا حالانکہ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا اور یہ کہ انہوں نے کہا: ہمارے چاہنے والے اور یہ کہ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں اور اسی طرح اچانک جاری نہر اور بغیر فصل کے پھل دار درختوں کا دیکھنا وغیرہ ان سب غیر عادی چیزوں کو دیکھ کر مجھے یقین ہوا کہ وہ حضرت امام زمانہ

علیہ السلام تھے، خاص کر ان چیزوں سے کہ آنجناب بغیر اذن دخول پڑے داخل ہو گئے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اپنے امام زمانہ کو پہچانتے ہو اور جب میں نے بے خودی میں کہا: جی ہاں تو فرمایا: سلام کرو اور جب میں نے سلام کیا تو مسکرا کر جواب دیا، یہ سب باتیں سوچ کر میں جلدی سے اس شخص کے پاس آیا جو جوتے جمع کرتا تھا اور اس سے آنجناب کے بارے میں سوال کیا ،اس نے جواب دیا کہ وہ باہر گئے ہیں اور مجھ سے پوچھا کہ یہ سید کیا تمہارے دوست تھے، میں نے عرض کیا:

ہاں ان سب عجائب وغرائب کا مشاہدہ کرنے کے بعد میں اپنے مہمان دار کے گھر آیا اور وہاں رات گزاری اور صبح سویرے جناب شیخ محمد حسن کاظمینی کے گھر گیا اور پورا ماجرہ ان سے بیان کیا، یہ سن کر انہوں نے فوراً منھ پر ہاتھ رکھا اور واقعہ کو بیان کرنے سے منع کیا، میں نے اس راز کو راز رکھا اور کسی سے بیان نہیں کیا یہاں تک کہ اس واقعہ کو جب ایک مہینہ گزر گیا تو میں نے ایک دن حرم مطہر میں ایک جلیل القدر سید کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور دریافت کیا:

تم نے کیا دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: کچھ نہیں۔

انہوں نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا ہے؟

میں نے پھر انکار کر دیا پس ابھی میرے لبوں کی حرکت ختم ہی ہوئی تھی کہ وہ ایک دم سے غائب ہو گئے پھر میں متوجہ ہوا کہ وہ میرے مولا و آقا امام زمانہؑ تھے مگر افسوس کہ اس وقت میں ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا، میں نے چاروں طرف بہت تلاش کیا مگر آنحضرتؑ کے دیدار مبارک کا سورج دوبارہ نمودار نہ ہوا اور میں ان کے فراق میں افسوس کرتا رہ گیا۔1

---

1 ثاقب، ص۴۸۴

نماز صبح کی تاکید

ملاّ حبیب بیان کرتے ہیں:

میری عادت تھی کہ میں نماز فجر سے ایک گھنٹہ پہلے مسجد میں آجاتا تھا اور وہاں نماز شب پڑھتا تھا پھر اس کے بعد میں مسجد کی چھت پر جاتا چند رکعت نافلہ نماز پڑھ کر دعائیں وغیرہ پڑھتا اور جب وقت اذان ہو جاتا تو اذان کہتا اور پھر نیچے اتر کر نماز پڑھتا تھا یہ میرا ہر روز کا معمول تھا جسے میں نے تقریباً بیس (۲۰) سال انجام دیا۔

ایک مرتبہ شب کے وقت ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی، میں حسب عادت مسجد آیا، میں نے دیکھا مسجد کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور مسجد میں روشنی پھیلی ہوئی ہے، میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ شاید خادم مسجد کا دروازہ بند کرنا بھول گیا ہے اور اس نے چراغ بھی خاموش نہیں کیا ہے خیر اندر چل کر دیکھتا ہوں کیا بات ہے، جب اندر داخل ہوا تو

میں نے دیکھا کہ ایک سیّد ایرانی علما کا لباس پہنے ہوئے محراب میں نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے چہرے سے نور ساطع ہے، جس سے مسجد میں روشنی پھیلی ہوئی ہے اور چراغ روشن نہیں ہے، میں یہ ماجرا دیکھ کر کچھ پریشان سا ہوا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ شخص کون ہے جس کے چہرے سے اس قدر نور چھلک رہا ہے کہ مسجد میں روشنی کا گمان ہوتا ہے، میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور اسی طرح کے خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے اور میری طرف رخ کر کے مجھے میرے نام کے ساتھ آواز دی اور فرمایا: اپنے مولانا (سیّد محمد صادق قمّی) سے کہو کہ مسجد میں آئیں۔

یہ سن کر میں مولانا (سیّد محمد صادق قمّی) کو بلانے چلا گیا، ان کے دروازہ پر پہنچا اور آہستہ سے دق الباب کیا، میں نے دیکھا کہ مولانا عمامہ وغیرہ پہن کر دروازہ کے پیچھے ہیں، مسجد جانے کے لئے نکلنے ہی والے تھے کہ میں نے سلام کیا۔

انہوں نے جواب سلام دیا۔

میں نے کہا: مولانا! ایک سیّد عالم دین مسجد میں ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔

جواب دیا: تم نے انہیں پہچانا کون تھے؟

میں نے عرض کیا: جی نہیں، مولانا! ان کا چہرا بڑا نورانی ہے، میں نے

پوری زندگی میں اس قدر نورانی چہرا نہیں دیکھا۔

یہ سن کر مولانا چپ رہے اور کوئی جواب نہیں دیا اور ہم دونوں مسجد کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے، میں نے دیکھا کہ مولانا نے ان سیّد بزرگوار کا بڑا ادب اور احترام کیا اور انتہائی انکساری کہ ساتھ ملے، سلام ودعا کے بعد ان کے نزدیک بیٹھ گئے اور چند لمحے گفتگو کی، اس کے بعد وہ سیّد بزرگوار رخصت ہو کر مسجد سے نکل گئے۔

میں مولانا کی بے حد انکساری دیکھ کر بڑا حیرت زدہ تھا پس ان کے نکلتے ہی فوراً میں نے پوچھا: یہ سیّد بزرگوار کون تھے؟ آخر کس وجہ سے آپ ان کے ساتھ انتہائی انکساری کے ساتھ پیش آئے، مولانا نے میری طرف رخ کر کے کہا:

کیا تم نے انہیں نہیں پہچانا؟!

میں نے کہا: نہیں۔

کہنے لگے: اگر تم مجھ سے عہد و پیمان باندھو کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی سے نہیں کہو گے تو بتا سکتا ہوں ورنہ نہیں۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ حیات ہیں کسی سے نہیں کہوں گا۔

کہا: وہ میرے اور تمہارے امام زمانہ علیہ السلام تھے۔

یہ سن کر بے اختیار میں کھڑا ہوا اور تیزی سے مسجد کی طرف دوڑا، لیکن کیا دیکھا کہ دروازہ بند اور مسجد میں اندھیرا ہے اور وہاں اصلاً کوئی نہیں ہے، بہت چاہا کہ ایک بار پھر شرف دیدار ہو جائے مگر افسوس کہ دوبارہ اس عظیم شرف سے مشرف نہ ہو سکا، آنحضرتؑ اور مولانا کے درمیان جو گفتگو ہوئی میری سمجھ میں نہیں آئی سوائے اس کے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا:

نماز صبح جماعت کے ساتھ اوّل وقت ادا کیا کرو۔

ملاّ حبیب نے اس واقعہ کو سید محمد صادق قمی کی حیات میں کسی کو نہیں بتایا اور اس واقعہ کے سچ ہونے پر تین بار قرآن کی قسم کھائی۔[۱]

۱۔ برکات ولی عصرص ۷۱

قرض کی ادائے گی

میرزا زین العابدین سلماسی کہتے ہیں:

ایک بار تہران سے چند امیر لوگ نجف اشرف آئے ہوئے تھے اور ان کا قیام میرے غریب خانہ پر تھا، ایک دن صبح سویرے بروز بدھ میں ان لوگوں کو کوفہ لے کر پہنچا، ہم مسجد کوفہ میں اس جگہ پہنچے جہاں حضرت امیر المومنینؑ نماز پڑھتے تھے نیز جہاں آپ کے سر مبارک پر ضربت لگی ہم وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ مولانا جناب عبدالحمید قزوینی آئے، ان کے پاس پانی کا کوزہ اور بغل میں دستر خوان تھا وہ مجھے دیکھ کر میری طرف آئے، جب انہوں نے دیکھا کہ تہران کے چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں تو راستہ بدل کر جناب مسلم بن عقیل کے حرم کی طرف چل دیئے، میں نے انہیں آواز دی:

آجایئے یہ سب اپنے ہی لوگ ہیں۔

وہ واپس آئے اور سامنے بیٹھ گئے، احوال پرسی کے بعد میں نے ان

سے پوچھا:

آپ کہاں تھے؟

جواب دیا: کل چونکہ شب بدھ تھی لہٰذا صبح تک مسجد سہلہ میں تھا، یہاں آیا ہوں اور اس کے بعد نجف جاؤں گا۔

میں نے کہا: آخر کیا بات ہے کہ اس قدر کثرت سے بدون فاصلہ مسجد سہلہ جاتے ہو؟ کیا آپ نے وہاں کسی خاص چیز کا مشاہدہ کیا ہے؟ وہ چپ چاپ بیٹھے رہے اور کوئی جواب نہیں دیا، لیکن جب میں نے انہیں قسم دی تو کہنے لگے:

ایک بار میں بہت زیادہ مقروض ہو گیا اور مجھ میں ادائے گی قرض کی استطاعت نہیں تھی، میں بہت زیادہ خوف زدہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مقروض ہی مر جاؤں، خدانخواستہ اگر ایسا ہو گیا تو میں لوگوں کو کیا جواب دوں گا میں اسی فکر میں ایک دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرم مطہر میں بیٹھا ہوا آنحضرتؑ کے روضہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور درد دل بیان کر رہا تھا کہ اچانک ایک طالب علم آیا اور میرے نزدیک سے گزرتے ہوئے اس نے کہا:

جناب عبدالحمید قزوینی کیوں پریشان حال نظر آرہے ہو؟

میں نے کہا: بہت زیادہ مقروض ہو گیا ہوں، سوچ رہا ہوں کہ آخر کس طرح یہ قرض ادا ہوگا۔

کہا: خواہ مخواہ پریشان ہو۔

میں نے کہا: کیوں؟

کہا: جس کے پاس حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوں اسے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

اس طالب علم کی اس طرح کی باتوں سے میں بہت متاثر ہوا اور میں نے کہا:

آخر میں کیا کروں؟

کہا: چالیس شب بدھ مسجد سہلہ جاؤ اور حضرت امام زمانہ علیہ السلام سے توسل کرو انشاء اللہ وہ آپ کی تمام مشکلیں آسان کردیں گے۔

پس اس کے بعد میں مسجد سہلہ جانے لگا، مسجد سہلہ جاتے ہوئے چالیس شب ابھی پوری نہیں ہوئی تھیں کہ میرا تمام قرض ادا ہو گیا، اس طرح میں بہت زیادہ متاثر ہوا اور میں نے فیصلہ کیا کہ دوبارہ چالیس شب بدھ مسجد سہلہ میں گزاروں گا تاکہ اپنے مولا و آقا کی زیارت کا شرف حاصل کروں، میں یہ عمل انجام دے رہا تھا کہ چالیسویں شب بدھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہلم کے دن پڑی، چہلم کی وجہ سے سب لوگ کربلا جانے لگے میں سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے اگر کربلا جاؤں تو یہ آخری شب کا عمل چھوٹتا ہے اور اگر کربلا نہ جاؤں تو یہ بھی مناسب نہیں ہے آخرکار میں نے فیصلہ کیا کہ اگر حیات رہی

تو آیندہ سال کربلا جاؤں گا مگر اس سال یہ عمل پورا کروں گا۔

شب بدھ میں مسجد سہلہ پہنچا وہاں کوئی نہیں تھا، سب کربلا گئے ہوئے تھے، مسجد خالی تھی اور ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا، میں نے مسجد سہلہ کے اعمال انجام دیئے اور پھر مسجد کے اوپر چلا گیا اور تھوڑا کھانا کھا کر سو گیا، جب تقریباً دو گھنٹہ ہو گئے تو ایک شخص آیا اور اس نے میرے پیر ہلاتے ہوئے کہا:

عبدالحمید قزوینی اٹھو۔

میں نیند سے بیدار ہوا اور میں نے دیکھا کہ ایک عربی آدمی کھڑا ہوا ہے، میں نے کہا:

فرمایئے کیا بات ہے؟

کھڑے ہو جاؤ، اگر شہزادہ کی زیارت کرنا چاہتے ہو تو کرلو۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا شاید عجم سے کوئی شہزادہ آیا ہے کیوں کہ آج یہاں کوئی نہیں ہے لہٰذا مجھے اس کے پاس لے جانا چاہتا ہے، یہ سوچ کر میں نے اس سے کہا:

آپ جایئے مجھے شہزادہ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

یہ سن کر وہ عرب چلا گیا، میں دوبارہ لیٹا ہی تھا کہ میرے دل میں خیال آیا، تو اس کے پاس تو گیا نہیں تاکہ نزدیک سے ملاقات کرتا، لہٰذا بہتر ہے کہ مسجد کی چھت سے دیکھ آخر وہ کون ہے، میں کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا مسجد

کے شرقی علاقہ میں کوئی آقا زادہ تشریف فرما ہیں، جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے اور ان کے اطراف میں کچھ لوگ حلقہ کئے بیٹھے ہیں یہ منظر دیکھ کر میں واپس آیا اور لیٹ گیا مگر ایک دم میں متوجہ ہوا کہ جب میں سونے کے لئے آیا تھا تو تمام چراغ خاموش تھے اور پوری مسجد میں اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن اس وقت یہ کیسی روشنی ہے، پس میں انہیں دیکھنے کے لئے دوبارہ اٹھا لیکن جیسے ہی متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔[1]

---

[1] بوستان حضرت مہدی، ج ۲، ص: ۲۳۴

دوسری فصل

مشکلات کا حل

- علامہ حلی اور ملاقات امام زمانہؑ
- امام زمانہؑ اور علمی مشکل کا حل
- اصلاح فتویٰ
- حصول علم کی نصیحت
- شرف دیدار
- زیارت وارثہ اور گریہ امام زمانہؑ
- گریہ امام زمانہؑ
- امام زمانہؑ اور مشکل طواف کا حل

علامہ حلی اور ملاقات امام زمانہؑ

علامہ حلی بیان کرتے ہیں:

ایک بار میں شب جمعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے گھر سے نکلا، میں گھوڑے پر سوار تھا اور میرے ہاتھ میں تازیانہ تھا، کچھ دیر راستہ طے کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک شخص عربی لباس پہنے ہوئے پیادہ میری طرف آرہا ہے یہاں تک کہ وہ میرے نزدیک آیا اور میرے ساتھ سفر کرنے لگا، کچھ دیر بعد اس شخص نے ایک سوال کیا جسے سن کر میں بہت متاثر ہوا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے بلکہ لگتا ہے کہ کوئی بلند پایہ کے عالم ہیں، پس میں نے اس عرب شخص سے کچھ مشکل مسائل دریافت کئے جن کا انہوں نے بہت آسانی سے اطمینان بخش جواب دیا، اس

سے مجھے صد در صد یقین ہو گیا کہ یہ شخص اعلم وقت ہیں کیوں کہ میں نے اس سے پہلے کسی کو اپنے مثل بھی نہیں پایا جب کہ یہ مجھ سے کہیں زیادہ برتر ہیں، سوال و جواب کے دوران میں ان کی گفتگو سے کافی حیرت زدہ اور متاثر و مرعوب ہو گیا یہاں تک کہ اسی اثنا ایک سوال درمیان میں آیا جس کے جواب میں اس عرب مرد نے میرے نظریہ کے برخلاف فتویٰ دیا، میں نے کہا:

میں آپ کے اس فتوے کو قبول نہیں کروں گا کیوں کہ یہ فتویٰ اصل وقاعدہ کے خلاف ہے اور اس کے صحیح و جواز پر کوئی حدیث وروایت نہیں ہے جس کو دلیل وسند قرار دیا جائے۔

آنجناب نے فرمایا: اس پر وہ حدیث دلیل وسند ہے جسے شیخ طوسی نے کتاب ,,تہذیب،، میں رقم کیا ہے۔

میں نے کہا: اس طرح کی کوئی حدیث کتاب تہذیب میں مذکور نہیں ہے، میرے ذہن میں بالکل نہیں ہے کہ شیخ طوسی یا ان کے علاوہ کسی اور عالم دین نے اس طرح کی کوئی حدیث یا روایت کسی کتاب میں نقل کی ہو۔

آنجناب نے فرمایا: کتاب ,,تہذیب،، کا جو نسخہ تمہارے پاس ہے اس کے شروع سے اتنے صفحہ شمار کرنے کے بعد دیکھنا فلاں صفحہ میں فلاں سطر پر یہ حدیث منقول ہے۔

یہ سن کر میں اور زیادہ متاثر و مرعوب ہو گیا اور دل ہی دل میں کہنے

لگا: شاید یہ شخص جو میرے ساتھ سفر کر رہا ہے میرے مولا و آقا حضرت امام زمانہؑ ہیں لہٰذا حقیقت معلوم کرنے کے لئے میں نے پوچھا: کیا امام زمانہؑ سے ملاقات کرنا ممکن ہے یہ سن کر وہ عرب جھکے اور تازیانہ اٹھا کر مجھے دیتے ہوئے جواب فرمایا: کیوں نہیں اس وقت ان کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے؟ !

پس یہ سن کر میں نے فوراً اپنے کو پشت گھوڑے سے آنجناب کے قدموں میں گرا دیا تا کہ قدم مبارک کا بوسہ دوں مگر بے انتہا شوق وخوشی سے بے حوش ہو گیا، جس وقت حوش آیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے، جس کے بعد مجھے مولا و آقا کی جدائی کا بہت افسوس ہوا، آخر کار گھر واپس آیا اور کتاب ,,تہذیب،، کو اٹھا کر صفحات کی روگردانی کی پس جس جگہ مولا و آقا امام زمانہؑ نے فرمایا تھا بعینہ اسی مقام پر وہ حدیث مذکور تھی، پس میں نے اس حدیث شریف کے حاشیہ پر تحریر کیا کہ یہ وہ حدیث ہے مجھے جس کی خبر میرے مولا و آقا امام زمانہؑ نے دی ہے۔

یقیناً خوش نصیب ہیں وہ بندگان خدا جو زمانۂ غیبت میں امام غائب کی ملاقات جیسی عظیم سعادت کا شرف حاصل کرتے ہیں اور بیشک دنیا کے ہر گوشہ میں رہنے والا انسان خود اپنے مقام پر رہ کر زیارت امام زمانہؑ کا شرف حاصل کر سکتا ہے، صرف پختہ اعتقاد اور عمل صالح کی ضرورت ہے۔

امام زمانہؑ اور علمی مشکلوں کا حل

جناب علامہ میر بیان کرتے ہیں:

ایک بار میں آخر شب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرم مطہر کی طرف روانہ ہوا، ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا، راستہ میں میں نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی شخص جا رہا ہے، میں چند قدم تیز چلا تا کہ دیکھوں کہ کون شخص ہے، چلتے چلتے جب میرے اور ان کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رہا تو میں نے محسوس کیا کہ یہ جناب اردبیلیؒ ہیں، پس میں فوراً رک گیا اور آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چلنے لگا اور سوچنے لگا کہ یہ آخر شب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کہاں جا رہے ہیں۔ وہ آگے چل رہے تھے اور میں کچھ فاصلہ سے ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا یہاں تک کہ وہ حرم مطہر کے دروازہ پر پہنچے، دروازہ بند تھا لہٰذا وہ دروازے پر کھڑے ہو گئے، انہیں دیکھ کر میں بھی ان سے کچھ فاصلہ پر کھڑا ہو گیا اور دیکھنے

لگا کہ اب یہ کیا کرتے ہیں، ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے آواز دی مگر میں کچھ سمجھ نہ سکا، اسی اثنا میں نے دیکھا کہ حرم کا دروازہ کھلا اور ایک شخص نے ان سے کہا:

جناب احمد اردبیلیؒ اندر آجایئے۔

یہ سن کر وہ فوراً اندر داخل ہو گئے، میں بھی تیزی سے آگے بڑھا اور اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ دروازہ بند ہو گیا اور میں باہر ہی رہ گیا، کچھ دیر بعد جناب اردبیلیؒ باہر آئے اور بازار کی طرف چل دیئے اور وہاں پہنچ کر مسجد کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے، میں بھی آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چل پڑا یہاں تک کہ وہ مسجد کوفہ پہنچے، وہاں مقام ابراہیم کے پاس ایک نور دکھائی دیا، جناب مقدس اردبیلی اس نور کے پاس پہنچے اور کھڑے ہو گئے، میں نے آگے بڑھنے کی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا، وہاں کچھ دیر رکنے کے بعد مقدس اردبیلی نجف اشرف کی طرف واپس ہو گئے اور میں پھر ان کے پیچھے پیچھے چل دیا، جب ہم مسجد حنانہ کے نزدیک پہنچے تو مجھے چھینک آئی، جناب مقدس اردبیلیؒ نے فوراً پیچھے مڑ کر کہا:

کون؟

میں نے کہا: جناب میں ہوں۔

کہا: میر تم ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

کہا: کہاں تھے؟

میں نے کہا: جناب میں نجف اشرف سے آپ کے پیچھے پیچھے ہوں جب آپ حرم میں داخل ہوئے تو میں بھی چاہتا تھا کہ آپ کے ساتھ داخل ہو جاوں مگر میں دروازہ پر پہنچا ہی تھا کہ دروازہ بند کر دیا گیا، پس میں وہیں چھپ کر کھڑا ہو گیا اور آپ کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا اور آپ جو یہ گیارہ کلومیٹر کا راستہ طے کر کے مسجد کوفہ آئے ہیں میں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا، مسجد کوفہ میں آپ اس نور کے نزدیک کھڑے ہو گئے، آپ کو دیکھ کر میں بھی کچھ دور کے فاصلہ پر ایک کنارے کھڑا ہو کر آپ کو دیکھنے لگا، اس کے بعد آپ وہاں سے چلے پس میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا اور اب یہاں آکر مجھے چھینک آگئی حضور خدا کے واسطہ یہ ماجرا کیا ہے میرے لئے وضاحت فرمائیں۔

جناب مقدس اردبیلیؒ: وعدہ کرو کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی سے نہیں کہو گے۔

ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ حیات ہیں کسی سے نہیں بتاوں گا۔

میر صاحب! میں جب بھی کسی علمی مشکل میں گرفتار ہوتا ہوں تو

حضرت علیؑ سے پوچھ لیتا ہوں وہ میری علمی مشکل آسان کر دیتے ہیں پہلے کی طرح اس بار بھی ایک علمی مشکل پیش آئی جب کافی سعی وکوشش کے بعد بھی میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو میں حضرت علیؑ کی بارگاہ میں شرفیاب ہوا، لیکن اس بار آنحضرتؑ نے فرمایا: اس شب تم مسجد کوفہ جاؤ وہاں میرے فرزند (حضرت) مہدیؑ ہیں ان سے بیان کرنا وہ حل کر دیں گے، پس میں مسجد کوفہ آنجنابؑ کے محضر مبارک میں شرفیاب ہوا اور پھر آنجنابؑ نے میرے سوال کا اطمینان بخش جواب دیا۔[1]

الحمد للہ ہمارے لاکھوں سلام ان علما پر اور ان پر خدائے کریم کی رحمت وبرکت ہو جو امام زمانہؑ سے شرف ملاقات رکھتے تھے، بالیقین خوش قسمت وسعادت مند ہیں وہ افراد جو امام وقت کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کرتے ہیں اور پھر اس بحر علم سے کسب فیض کرتے ہیں۔

خدایا بحق محمدؐ وآل محمدؐ ہمیں بھی اپنی حجت آخر امام زمانہؑ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

۱۔ بلبل بوستان حضرت مہدیؑ، ج ۲، ص: ۱۹۲

اصلاح فتویٰ

علامہ شیخ مفید: کے زمانہ میں ایک دن کسی گاؤں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا: جناب ایک حاملہ عورت کا انتقال ہو گیا ہے، لیکن اس کے شکم میں زندہ بچہ ہے، اس عورت کے شکم کو چاک کر کے بچہ کو نکال لیں یا اسی حالت میں دفن کر دیا جائے؟

شیخ مفید نے کہا: عورت کو اسی حالت میں دفن کر دیا جائے۔

یہ سن کر وہ شخص واپس چلا گیا، ابھی زیادہ دور نہیں پہنچا تھا کہ اچانک اس نے محسوس کیا کہ کوئی گھوڑ سوار پیچھے آ رہا ہے، جب گھوڑ سوار نزدیک پہنچا تو اس نے کہا:

اے شخص! شیخ مفید نے کہا ہے: شکم کو چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے

اور پھر عورت کو دفن کر دیا جائے وہ شخص واپس پہنچا اور فتوے کے مطابق عمل کیا۔

کچھ عرصہ بعد گھوڑ سوار کا پورا ماجرا شیخ مفید سے بیان کیا گیا تو آپ نے کہا: میں نے کسی شخص کو نہیں بھیجا اور یقیناً وہ حضرت امام زمانہؑ تھے، پس اس کا مطلب ہے کہ ہم احکام شرعی میں اشتباہ کرتے ہیں لہٰذا اب یہی بہتر ہے کہ آج سے فتویٰ نہ دیا جائے، یہ کہہ کر آپ نے دروازہ بند کر لیا اور گھر سے باہر نہیں نکلے اور احساس ندامت کرنے لگے، لیکن ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا کہ حضرت امام زمانہؑ کی طرف سے شیخ مفید کے لئے توقیع صادر ہوئی جس کا مضمون یہ تھا:

تمہارا کام فتویٰ دینا ہے اور ہمارا کام اصلاح کرنا ہے، یقین رکھو کہ ہم تمہیں اسی طرح خطا میں نہیں پڑنے دیں گے، پس توقیع صادر ہونے کے بعد آپ نے دوبارہ فتویٰ دینا شروع کر دیا۔[1]

---

[1] برکات حضرت ولی عصر ص ۱۷۲۔

حصول علم کی نصیحت

ایک صاحب جناب سید ہاشم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

جس زمانہ میں میرے والد محترم کا انتقال ہوا تو پورے گھر کی ذمہ داری میرے سپرد تھی، حالانکہ اس وقت اقتصادی لحاظ سے میرے حالات بہت زیادہ خراب تھے، ایک دن اتفاق یہ ہوا کہ میرے والد ماجد کے ایک مرید نے جو شہر ''تبریز،، کا رہنے والا تھا مجھے لکڑیوں کا ایک گٹھر دیا، میں ان لکڑیوں کو لے کر قلعہ ہاشم پر آ گیا، راستہ میں میں نے ایک جلیل القدر سید کو دیکھا جو میری طرف آ رہے تھے، جب ان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آنجناب کے سر پر سیاہ عمامہ اور کمر پر سبز چادر ہے، ان کے چہرے سے نور ساطع ہو رہا تھا، جس

سے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور میں مبہوت و مرعوب ہو کر رہ گیا، اس وقت آنجناب نے مجھ سے فرمایا:

سیّد ہاشم درس پڑھا کرو، آخر تم کیوں درس نہیں پڑھتے؟ ایک سیّد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان پڑھ رہے۔

میں نے عرض کیا: جناب! میں غریب آدمی ہوں، میرے پاس پڑھائی لکھائی کے لئے پیسے نہیں ہیں۔

فرمایا: تم پڑھنے کے لئے مکتب جانا شروع کرو، رہی پیسے کی بات تو میں ملا ہاشم سے کہہ دیتا ہوں وہ مدرسہ کی فیس تمہیں دے دیا کریں گے اور تم ان قلعہ کے رہنے والوں سے کہو کہ ان مولانا کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہو۔

ہم میں باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک ان کی آواز سنائی دینا بند ہوگئی اور جیسے ہی میں نے سر اٹھا کر آنجناب کی طرف دیکھا تو آپ موجود نہ تھے پھر اس کے بعد میں متوجہ ہوا کہ آنجناب کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ امام زمانہ علیہ السلام تھے، مجھے ان کے غایب ہونے کا بڑا رنج ہوا اور ہر طرف ان کو تلاش کیا مگر ان کی زیارت سے دوبارہ مشرف نہ ہو سکا، بالآخر نم آنکھوں کے ساتھ افسوس کرتا ہوا گھر آیا اور ایک طرف بیٹھ کر آنجناب کو یاد کرتے ہوئے ان کے فراق میں رونے لگا، مجھے بہت زیادہ افسوس ہو رہا تھا کہ آخر میں نے اپنے مولا و آقا امام علیہ السلام کو کیوں نہیں پہچانا، اسی طرح افسوس زدہ حالت میں بیٹھے ہوئے

روتا دیکھ کر میری والدہ نے پوچھا:

روکیوں رہے ہو؟

میں نے والدہ سے پورا ماجرا بیان کیا، ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک سکینہ خاتون جو ملا ہاشم کے گھر کام کرتی تھی اس نے آکر کہا:

آپ کو مولانا نے طلب فرمایا ہے۔

یہ سن کر میں فوراً کھڑا ہوا اور مولانا کے در دولت کی طرف روانہ ہو گیا، دروازہ پر پہنچ کر اجازت حاصل کی اور اندر داخل ہو گیا، بعد سلام انہوں نے دریافت کیا:

سیّد ہاشم کیسے حالات ہیں؟ آج تم نے درمیان راہ کس شخص سے ملاقات کی اور انہوں نے تم سے کیا فرمایا ہے؟

یہ سن کر مجھے بڑا تعجب سا ہوا کہ آخر اس بات کا انہیں کیسے علم ہو؟ جبکہ میں نے اس بات کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا، آخر کار میں نے پورا ماجرا آنجناب سے بیان کیا۔

یہ سن کر انہوں نے فرمایا: مبارک ہو وہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام تھے آنحضرتؑ نے میرے غریب خانہ پر تشریف لا کر مجھے شرف زیارت و ملاقات بخشا اور تمہارے سلسلہ میں مجھ سے کچھ بیان کیا ہے لہذا آج کے بعد مکتب کا پورا خرچ میں دوں گا، تم اطمینان کے ساتھ محنت سے پڑھو، لیکن ایک

بات ضرور یاد رہے اور وہ یہ کہ جب تک میں زندہ رہوں اس راز کو ہرگز کسی سے نہ بتانا، پس جب تک یہ جناب حیات رہے میں نے اس بارے میں اصلاً کسی سے کچھ نہیں بتایا۔ [1]

---

[1] کرامات علماء ص ۱۷۸، نقل از عنایات حضرت مہدیؑ بہ علماء و طلاب

شرف دیدار

سیّد محمد تقی قطیفی کہتے ہیں:

ایک دن شب جمعہ میں نے ارادہ کیا کہ مسجد کوفہ جاؤں، البتہ اس زمانہ میں مسجد کوفہ جانے کا راستہ بڑا خطرناک تھا، شاید اسی وجہ سے اس پر لوگوں کی آمد ورفت بہت کم تھی، اس راستہ سے صرف وہی لوگ آجا سکتے تھے جو گروہ بنا کر چلتے اور لٹیروں وڈکیتوں کے شر سے دفاع کی قوت رکھتے تھے، میں اس راستہ سے چل دیا جبکہ میرے ساتھ صرف ایک طالب علم تھا، جس وقت ہم مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں پر صرف ایک متّقی وپرہیزگار آدمی موجود تھا، ہم نے اعمال وغیرہ شروع کر دیئے یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کا وقت آگیا اب چوں کہ حالات نہایت خراب تھے لہٰذا ہم نے خوف ودہشت کی وجہ سے دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے کافی پتھر واینٹ وغیرہ ڈال دیں اور ہمیں

صد در صد یقین و اطمینان ہو گیا کہ اب کوئی دروازہ نہیں کھول سکتا، ہم واپس اپنی اپنی جگہ پہنچے اور پھر بقیہ اعمال کرنے لگے، جب ہم دونوں اعمال کر کے فارغ ہو چکے تو میں اور وہ میرے ساتھی دونوں مقام ,,دکۃ القضا،،(۱) میں روبہ قبلہ ہو کر بیٹھ گئے، اس وقت وہ آدمی مسجد کی دہلیز پر بیٹھا ہوا گڑگڑا کر دعائے کمیل پڑھ رہا تھا، رات میں چاند نکل رہا تھا اور فضا میں روشنی سی نظر آ رہی تھی، اچانک میرے دل میں خیال آیا اور میں نے آسمان کی طرف رخ کیا ہی تھا کہ مجھے بہت عمدہ خشبو محسوس ہونے لگی، جس نے پوری فضا کو معطر کر رکھا تھا وہ خوشبو مشک وعنبر سے کہیں زیادہ بہتر تھی، پھر میں نے ایک نور دیکھا جس کی نورانیت چاند کی روشنی پر غالب آ گئی، میں یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ اتنے میں اس شخص کی آواز سنائی دینا بند ہو گئی جو دعا کمیل پڑھ رہا تھا (پس جیسے ہی میں نے مڑ کر دیکھا تو) ایک جلیل القدر شخص نظر آئے جو (خلاف توقع) دروازہ کی جانب سے آ رہے تھے وہ اہل حجاز کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، ان کے کاندھوں پر مصلیٰ تھا اور بڑے رعب و دبدبہ اور شان و شوکت کے ساتھ اس دروازہ کی طرف چلنے لگے جو جناب مسلم کے مرقد مطہر کی طرف کھلتا ہے لیکن اس وقت مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی، آنجناب کے نورانی چہرے کو دیکھ کر ہماری آنکھیں خیرہ اور حواس گم ہو گئے، جب وہ ہمارے سامنے آئے تو سلام کیا اور میرا ساتھی

۱۔ مسجد کوفہ میں وہ جگہ جہاں حضرت امیر المؤمنین فیصلے کیا کرتے تھے

تو اس قدر حواس کھو بیٹھا تھا کہ جواب سلام کی قوت بھی نہیں تھی، البتہ میں بھی بے حد متاثر تھا مگر پھر بھی میں نے سعی وکوشش کے بعد سلام کا جواب دیا۔

جب وہ حضرت مسلم کے صحن میں پہنچے تو ایک دم سے ہمارے حواس لوٹ آئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: یہ شخص کون تھا اور یہ کس طرح مسجد میں داخل ہو گیا جب کہ مسجد کا دروازہ اس طرح بند کیا تھا کہ اس کا کھلنا ممکن ہی نہیں ہے، ہم اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے اس شخص کے پاس پہنچے جو پہلے دعائے کمیل پڑھ رہا تھا، مگر اس وقت دیکھا کہ وہ مصیبت زدہ لوگوں کی طرح گریہ کر رہا ہے، ہم نے اس سے کہا: آخر کیا بات ہے، تم اس طرح کیوں رو رہے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں چالیس شب جمعہ مسلسل حضرت امام زمانہ کی ملاقات کی غرض سے اس مسجد میں آتا رہا ہوں اور یہ چالیسویں شب ہے مگر افسوس کہ مجھے ابھی تک امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا البتہ آج میں دعا پڑھنے میں مشغول تھا کہ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ میرے قریب کھڑے ہوئے اور مجھ سے دریافت کیا:

کیا پڑھ رہے ہو؟

مجھ پر رعب ودبدبہ طاری ہو گیا، جس کی وجہ سے میں جواب نہ دے سکا اور وہ چلے گئے جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

اس وقت ہم تینوں آدمی مسجد کے دروازہ کی طرف گئے لیکن میں نے دیکھا کہ دروازہ اسی طرح بند ہے اور اس کے پیچھے اینٹ اور پتھر وغیرہ پڑے ہوئے ہیں پس اس وقت ہم متوجہ ہوئے کہ آنجناب ہی امام زمانہ علیہ السلام تھے مگر افسوس کہ ہم پہچان نہ سکے۔[1]

---

[1] برکات حضرت ولی عصر ص ۱۵۰

زیارت وارثہ اور گریہ امام زمانہؑ

جناب مینو بیان کرتے ہیں:

میں متعدد بار زیارت کے لئے کربلا گیا، ایک مرتبہ میں نے سوچا کہ اس بار حضرت امام حسین علیہ السلام کے بالائے سر اس مقام پر دعا کروں جہاں بہت جلد دعا مستجاب ہوتی ہے تا کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے اور انشاء اللہ بھرپور توجہ کے ساتھ زیارت پڑھوں۔

سب سے پہلے میں نہر فرات پر پہنچا، وہاں میں نہایا اور کپڑے بھی دھوئے اور پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر کی طرف روانہ ہو گیا، راستہ میں بس یہی سوچ رہا تھا کہ آج دعا کروں گا تا کہ حضرت امام زمانہؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے، آخر کار میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں پہنچا وہاں میں دل ہی دل میں کہنے لگا: خدا کرے آج کوئی مخل نہ

کیوں کہ بعض ان پڑھ عرب آتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں ذرا بلند آواز سے زیارت پڑھیے تا کہ ہم بھی پڑھ لیں۔

میں نے یہ مصمم ارادہ کیا کہ اذن دخول پڑھنے کے بعد زیارت جامعہ پڑھوں گا، لیکن ابھی حرم میں پہنچ کر اذن دخول پڑھنا ہی چاہتا تھا کہ ایک عرب آیا اور کہنے لگا: جناب! ذرا بلند آواز سے پڑھیے تا کہ میں بھی آپ کے ساتھ زیارت پڑھ لوں۔

یہ سن کر ذرا غصہ سا آیا کیوں کہ میں چاہتا تھا کہ تنہا زیارت پڑھوں، بالآخر میں نے سوچا کہ اس شخص کے لئے ایک مختصر اذن دخول پڑھ دیتا ہوں کیوں کہ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا زائر ہے اور پھر اس کے بعد ایک مفصل زیارت پڑھوں گا، پس میں نے اذن دخول پڑھا اور حرم مطہر میں داخل ہو گیا اور ضریح مقدس کے سامنے کھڑے ہو کر اس شخص سے پوچھا:

آپ کے لئے کون سی زیارت پڑھوں؟

انہوں نے کہا: زیارت وارثہ۔

میں نے زیارت پڑھنا شروع کر دی، لیکن پہلا جملہ (السلام علیك یا وارث آدم صفوة الله) میری زبان سے نکلا ہی تھا کہ اس شخص نے رونا شروع کر دیا، پس جیسے جیسے میں زیارت پڑھتا گیا اس شخص کا گریہ شدید تر ہوتا گیا یہاں تک کہ میں اس جملہ تک پہنچا (السلام علیك یا

ثار اللہ وابن ثارہ) اور وہ اس طرح سے گریہ کررہے تھے کہ ان کے گریہ سے میں بھی اس قدر متاثر ہوا کہ روتے روتے میرا بھی برا حال ہوگیا اور شدید گریہ کی وجہ سے میں زیارت کو جاری نہ رکھ سکا۔

میں رک رک کر ایک ایک جملہ پڑھتا تھا اور گڑ گڑا کر رونے لگتا تھا میں دل ہی دل میں کہنے لگا میں سوچ رہا تھا کہ کوئی مخل نہ ہو، لیکن اس شخص نے مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری کردی، زیارت پڑھتے پڑھتے میں نے کچھ انوار کا مشاہدہ کیا جو حرم کی فضا کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر میں سوچنے لگا کیوں کہ میری آنکھوں میں آنسو ہیں لہٰذا مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے۔

بالآخر بامشکل تمام میں نے زیارت پوری کی اور ہم دونوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مطہر کے سرہانے پہنچے تا کہ نماز زیارت پڑھیں میں نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اس شخص کی طرف رخ کیا تا کہ یہ بتاؤں کہ نماز کے بعد ایک دعا بھی ہے جسے ضرور پڑھنا چاہئے، لیکن جیسے ہی مڑا تو دیکھا وہ وہاں موجود نہیں ہیں، میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے ضریح مقدس کا طواف کررہے ہوں، پس میں فوراً اٹھا اور انہیں دیکھتے ہوئے میں نے بھی ایک طواف کیا مگر وہ دکھائی نہیں دیئے، میں نے دوسری بار پھر طواف کیا کہ شاید اس بار نظر آجائیں مگر پھر بھی دکھائی نہیں دیئے۔

یہ دیکھ کر میں بڑا حیرت زدہ ہوا کہ ابھی یہیں میرے ساتھ تھے

اور ذرا سی دیر میں نہیں معلوم کہاں چلے گئے، خیر میں انہیں دیکھنے کے لئے حرم سے باہر آیا مگر وہاں بھی نظر نہیں آئے، میں بڑا پریشان سا ہوا اور پھر پاسبان (جوتا جمع کرنے والے) کے پاس گیا اور اس سے کہا:

ابھی ابھی کچھ دیر پہلے میرے ساتھ اس وضع وقطع کا ایک عرب آدمی حرم آیا تھا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں نے آپ کے ساتھ اصلاً کسی آدمی کو نہیں دیکھا!

اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ وہ میرے محبوب ومطلوب حضرت امام زمانہ علیہ السلام تھے۔

اس کے بعد میری حیرت کا ٹھکانا نہ رہا اور مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اور میں یہ سوچنے لگا کہ آخر میں انہیں کہاں تلاش کروں، میں پھر دوبارہ حرم میں داخل ہوا تا کہ انہیں تلاش کرسکوں مگر وہ دکھائی نہیں دیئے، میں نے تیزی کے ساتھ انہیں ہر طرف دیکھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئے، میں ضریح مطہر کے سرہانے گیا اور گڑگڑا کر دعا کرنے لگا کہ کسی طرح دوبارہ زیارت کا شرف حاصل ہوجائے، میں کہنے لگا: مولا! میں اس طرح آپ کی زیارت کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ میں چاہتا تھا کہ اس حالت میں آپ کی زیارت کروں کہ آپ کو پہچانتا بھی ہوں، میرے مولا وآقا! میں اس وقت تک ضریح نہیں

چھوڑوں گا جب تک کہ دوبارہ آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہو جائے، ابھی میں دعا کر ہی رہا تھا کہ اچانک ایک ہاتھ نمودار ہوا اور میری وہ انگلی جو دعا کے لئے بلند تھی اسے پکڑ کر کہا:

,, اسئلك الدعاء،، جیسے ہی میں نے مڑ کر دیکھا تو اصلاً کوئی شخص موجود نہیں تھا مگر اس بار مولا کی زبان سے ادا ہونے والے اس جملہ سے مجھے سکون واطمینان حاصل ہوا اور پھر میں نے سوچا کہ میں مولا وآقا سے ملنے کی اس سے زیادہ لیاقت نہیں رکھتا۔[1]

---

[1] ملاقات باامام عصرؑ، ص ۳۲۴

گریہ امام زمانہؑ

شیخ عبدالزہرا کعبی آپ اپنے زمانہ کے بہت مشہور و معروف خطیب تھے چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں:

ایک دن میں ظہر کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر گیا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص حرم کے صحن میں ایک کمرے کے نزدیک مذہبی کتابیں بیچ رہا ہے، البتہ میں اسے پہلے سے جانتا تھا پس جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا فوراً کہنے لگا:

جناب! آپ کے مطلب کی ایک کتاب ہے، اگر آپ اسے لے لیں تو آپ کو بہت فائدہ دے گی، اس کے اندر بہت اچھے اشعار ہیں اور میں آپ سے اس کی کوئی قیمت بھی نہیں لوں گا، آپ صرف ایک مرتبہ مجھے پڑھ کر سنا دیجئے۔

میں نے کتاب لی، جیسے ہی اس کو کھولا تو معلوم ہوا کہ اس میں ابن عرندس حلی کا قصیدہ ہے جو کچھ دن پہلے مجھ سے گم ہو گیا تھا اور میں کافی عرصہ سے اسے تلاش کر رہا تھا، میں نے فوراً وہ کتاب رکھ لی اور کہا: ٹھیک ہے میں آپ کو پڑھ کر سنائے دیتا ہوں، جیسے ہی میں نے پڑھنا شروع کیا تو میں نے محسوس کیا کہ میری بغل میں کوئی سیّد عرب کھڑے ہوئے ہیں جو اشعار کو سن کر گریہ کر رہے ہیں، میں پڑھتے پڑھتے ان دو مصروں تک

أیقتل ظما ناحسین بکربل

وفی کل عضوٍ من انامله بحرٍ

پہنچا ہی تھا کہ وہ سیّد عرب بڑی شدّت کے ساتھ گریہ کرنے لگے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مقدّس کا رخ کر کے اس شعر کی تکرار کر کے اس طرح رو رہے تھے جیسے کسی عورت کا جوان بیٹا مر گیا ہو، پس جیسے ہی میں اشعار پڑھ کر فارغ ہوا اور اس عرب سیّد کی طرف دیکھا تو وہ وہاں موجود نہ تھے، یہ دیکھ کر مجھے بڑا تعجب سا ہوا کہ ابھی ابھی میری نگاہوں کے سامنے کھڑے ہوئے گریہ کر رہے تھے اور اچانک کہاں غائب ہو گئے، میں نے اس دکاندار سے پوچھا کہ وہ صاحب جو میرے پاس کھڑے ہوئے گریہ کر رہے تھے کدھر چلے گئے؟

اس نے کہا: میں نے کسی آدمی کو تمہارے پاس گریہ کرتے ہوئے

نہیں دیکھا۔

میں نے سوچا ہو سکتا ہے کہ یہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا ہو، لہٰذا میں انہیں تلاش کرتا ہوا اندر سے باہر آیا اور پھر حرم کے اطراف میں ہر جگہ میں نے انہیں دیکھا مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دیئے، اس کے بعد مجھے صد در صد یقین ہو گیا کہ آنجناب حضرت امام زمانہ علیہ السلام تھے۔[1]

---

[1] شیفتگان حضرت مہدیؑ، ج ۳، ص ۱۷۳

شب ملاقات

مولانا سیّد محمّد باقر موسوی کہتے ہیں:

۱۳۳۷ یا ۱۳۳۸ ھ ش، مشہد مقدس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی ضریح مطہر کے قریب میری ایک عالم دین سے ملاقات ہوئی، ان کی عمر تقریباً پچاس سال تھی، سلام کے بعد ہم آپس میں باتیں کرنے لگے، دوران گفتگو میں نے محسوس کیا کہ یہ شخص نہایت نیک ہے، البتہ اس کی ایک آنکھ صحیح نہیں تھی، میں نے ان کی آنکھ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کی یہ آنکھ کس طرح خراب ہوگئی؟ پس انہوں نے مجھ سے واقعہ بیان کیا:

مؤسسہ ,,خیرات خان،، میں میرا ایک دوست تھا، ایک بار اس کا اپنے وطن جانے کا پروگرام بنا، اس نے مجھ سے کہا:

میں چند روز کے لئے اپنے وطن جا رہا ہوں، آپ میرے کمرے میں

سو جایا کرنا۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے، جب وہ اپنے وطن چلا گیا تو ایک دن میں اوائل شب میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے حرم گیا، زیارت وقرآن اور دعائیں وغیرہ پڑھنے میں مشغول تھا، جب مجھے کافی دیر ہو گئی تو باہر آیا پھر مجھے یاد آیا کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ کمرے میں سویا کروں گا لیکن اب تو بہت رات ہو چکی ہے اور دروازہ بھی یقیناً بند ہو گیا ہو گا، اب کیا کیا جائے، اسی طرح کے خیالات ذہن میں آنے لگے یہاں تک کہ میں افسوس کے ساتھ بے خودی میں مدرسہ کی طرف چل دیا، مدرسہ پہنچ کر میں نے جیسے ہی دروازہ پر ہاتھ رکھا تو وہ فوراً کھل گیا، یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی، میں نے سوچا کہ آج خادم دروازہ بند کرنا بھول گیا ہے، جب میں اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ مدرسہ میں حوض کے پاس دو آدمی کھڑے ہوئے ہیں، ان میں ایک ضعیف اور دوسرا جوان تھا، انہیں دیکھ کر میں سوچنے لگا آخر یہ لوگ کون ہیں جو رات کے وقت یہاں کھڑے ہوئے ہیں؟ اس وقت میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے سے نور ساطع ہے جس سے مدرسہ کی تاریک فضا روشن ومنور ہے، یہ دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنے میں اس جوان نے میرا نام لے کر کہا:

کیسے ہو؟

میں نے کہا: الحمد للہ بخیر ہوں۔

فرمایا: اگر کوئی پریشانی ہو تو بیان کرو۔

اس کے بعد وہ مسکراتے ہوئے مجھ سے بات کرنے لگے، میں انہیں دیکھ کر اس درجہ ہیبت زدہ ہوا کہ اپنی تمام پریشانی اور ضرورتوں کو بھول گیا، میں نے کہا:

مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے، آپ کا بہت بہت شکریہ۔

میں ان کی طرف رخ کئے ہوئے کھڑا تھا کہ وہ مدرسہ کے دروازہ کی طرف چل دیئے، جب وہ میرے نزدیک سے گزرے تو اس ضعیف آدمی نے مجھ سے کہا:

تم نے پہچانا یہ کون ہیں؟

میں نے کہا: جی نہیں۔

فرمایا: یہ تمہارے امام زمانہ علیہ السلام ہیں، اگر کسی بھی طرح کی کوئی ضرورت ہو تو بیان کرو، اس کے بعد بھی کچھ عقل نے کام نہیں کیا لہٰذا کچھ نہ کہہ سکا، لیکن جیسے ہی وہ مدرسہ سے باہر نکلے تو ایک دم میرے حواس یکجا ہوئے اور میں دروازہ کی طرف دوڑا مگر جیسے ہی میں دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور اندر سے سنکل لگی ہوئی ہے، یہ دیکھ کر میری حیرت کا ٹھکانا نہ رہا کہ آخر یہ لوگ کس طرح باہر نکل گئے حالانکہ دروازہ بند ہے، خیر میں نے فوراً دروازہ کھولا اور باہر نکل کر انہیں دیکھنے لگا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئے، پھر

میرے ذہن میں آیا کہ حتماً وہ امام زمانہ علیہ السلام تھے مگر افسوس کہ میں انہیں پہچان نہ سکا۔[1]

---

[1] شیفتگان حضرت مہدیؑ ج ۲، ص ۳۲۸

امام زمانہؑ اور مشکل کا حل طواف

آیۃ اللہ سیّد محمّد مہدی مرتضوی لنگرودی بیان کرتے ہیں:

چند سال پہلے جب میں پہلی بار حج کرنے گیا تو میں نے بڑی سعی و کوشش کی کہ مذہب جعفری کے مطابق طواف کروں، مگر کامیاب نہ ہوسکا کیوں کہ بعض لوگ طواف کی رعایت نہیں کر رہے تھے اور حاجیوں کو کبھی اس طرف تو کبھی اس طرف دھکّہ دے رہے تھے، میں حتی المقدور کوشش کے بعد بھی پورا طواف نہیں کر پا رہا تھا، کئی بار ایسا ہوا کہ پانچ چکر لگانے میں کامیاب ہو گیا مگر چھٹے چکر میں مجھے منحرف کر دیا گیا، جب کئی بار اس طرح ہو گیا تو ناامید ہو کر مسجد الحرام کے ایک گوشہ میں جا کر گریہ کرنے لگا، میں نے خدائے تعالی سے توسل کرتے ہوئے دعا کی: خدایا! میں تجھے انبیا اور ائمہ علیہم السلام کی قسم دے کر عرض کرتا ہوں کہ امام زمانہ علیہ السلام کو میری مدد کے لئے بھیج دے۔

ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا ایک شخص میرے قریب

آیا اور میرا نام لے کر کہا:

کیا تم طواف کرنا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کی: جی ہاں۔

فرمایا: آؤ میرے ساتھ طواف کرو۔

ان کے ساتھ ایک ضعیف شخص خضاب کئے ہوئے تھا، میں نے اس سے کہا: جناب والا! طواف کرنا اصلاً ممکن نہیں ہے۔

فرمایا: کیوں نہیں؟ آؤ ہمارے ساتھ طواف کرو۔

میں نے کہا: جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں آپ کا احرام پکڑ لیتا ہوں اور جس طرح آپ طواف کریں گے ویسے ہی میں آپ کے پیچھے پیچھے طواف کرتا رہوں گا۔

جواب فرمایا: کوئی بات نہیں آیئے۔

میں نے عرض کیا: جناب !اس طرح یہ بزرگ میرے پیچھے ہو جائیں گے۔

فرمایا: کوئی بات نہیں تم فرزند پیغمبرؐ ہو لہذا وہ راضی ہو جائیں گے، پس میں نے سیّد کا احرام پکڑ لیا اور پھر ہم طواف کرنے لگے؛ اس طرح کہ میں بیچ میں تھا اور وہ جوان آگے اور ضعیف مرد پیچھے تھے۔

دوران طواف میں نے دیکھا کہ ہمارے آگے اور اطراف میں کوئی

نہیں ہے اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے سب کچھ ہمارے لئے خالی کر دیا گیا ہے، مگر میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ آخر یہ بزرگوار کون ہیں؟ یہاں تک کہ انہوں نے کہا:

سات چکر پورے ہو گئے، اب حجر اسود کو بوسہ دیجئے۔

میں نے عرض کیا: جناب شاید چھ چکر ہوئے ہیں نہ کہ سات پس اتنا کہہ کر جیسے ہی ان کی طرف متوجہ ہوا تو وہ موجود نہیں تھے، اس وقت مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی:

تم نے حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے ساتھ طواف کیا ہے شک و شبہ نہ کرو، پھر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ میں کافی دیر اپنے آقا و مولا کے ساتھ رہا مگر انہیں پہچان نہ سکا۔[1]

---

[1] شیفتگان حضرت مہدیؑ ج ۲ ص ۱۸۲

تیسری فصل

شفا

- شفائے بیمار
- تلاوت قرآن کریم کی تاکید
- لاعلاج کا علاج
- عیادت امام زمانہؑ
- احترام قرآن کی تاکید
- شفایابی
- امداد امام زمانہؑ
- راز کی بات
- سل کی بیماری سے نجات

شفائے بیمار

مرحوم مولانا میر جہاں کسی بیماری میں سخت مبتلا تھے، متعدد بار اصفہان، تہران اور خراسان علاج کی غرض سے سفر کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا آپ کہتے ہیں:

ایک دن چند دوست میرے پاس آئے اور مجھے ,,شیروان،، لے گئے، واپسی میں ہم ,,قوچان،، میں ٹھہرے، وہاں پر شہر سے باہر ایک امام زادہ ,,ابراہیم،، کا روضہ تھا، ہم زیارت کے لئے وہاں پہنچے، وہاں کا موسم بہت اچھا تھا اور ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی، دوستوں نے کہا: دو پہر تک یہیں رکتے ہیں بہت اچھی جگہ ہے۔

میں نے کہا: بہتر ہے جیسے آپ لوگ مناسب سمجھیں۔

پس وہ لوگ کھانا بنانے کی تیاری کرنے لگے۔

میں نے کہا: آپ لوگ کھانا تیار کیجئے میں ذرا نہر پر ہاتھ منہ دھو کر آتا ہوں۔

انہوں نے کہا: نہر بہت دور ہے تمہیں وہاں پہنچنے میں بہت دشواری ہوگی۔

میں نے کہا: آہستہ آہستہ چلوں گا انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا، بالآخر میں آہستہ آہستہ تاکہ پیر درد نہ کرے نہر کی طرف چل دیا، نہر پر پہنچا اور وضو کر کے نہر کے کنارے بیٹھ کر وہاں کے دل نشین عمدہ مناظر دیکھنے لگا، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص میری طرف آرہا ہے وہ میرے نزدیک آیا اور سلام کے بعد کہا:

میر جہان! آپ تو ماشاء اللہ اہل دعا و دوا ہیں ابھی تک اپنے پیر کا علاج نہیں کر سکے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے پیر کا علاج کر دوں۔

میں نے عرض کیا: صاحب بڑی خوشی کی بات ہے، آپ کا بڑا احسان ہوگا پس وہ جناب میرے قریب آ کر بیٹھ گئے اور جیب سے چاقو نکال کر اسے درد کی جگہ پھیرا اور پھر اوپر سے نیچے کی طرف پھیرنے لگے یہاں تک کہ پیر کے آخری حصہ تک لائے اور تھوڑا سا دبایا جس سے بہت درد ہوا اور میری درد بھری آواز نکلی، اس کے بعد انہوں نے چاقو ایک طرف کر کے کہا:

اب تم ٹھیک ہو گئے ہو۔

میں عصا کے سہارے اٹھنا چاہتا تھا کہ انہوں نے میرے ہاتھ سے عصا لے کر نہر کی طرف پھینک دیا، پس میں نے دیکھا کہ میرا پیر بالکل ٹھیک ہو گیا ہے، میں بآسانی اٹھ گیا اور میرے پیر میں ذرہ برابر بھی درد نہیں تھا، میں نے ان سے عرض کیا:

آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

انہوں نے چاروں طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہیں رہتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: اگر میں آپ سے ملاقات کرنا چاہوں تو آپ کہاں ملیں گے؟

جواب دیا: میرا پتہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا، البتہ میں تمہارا پتہ جانتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے میرا پورا پتہ بتا دیا اور پھر کہا: جب بھی ضرورت ہو گی میں خود ہی تمہارے پاس آجاؤں گا، یہ کہہ کر آنجنابؑ رخصت ہو کر چند قدم چلے ہی تھے کہ اسی وقت میرے دوست وہاں آپہنچے اور کہنے لگے: آپ کا عصا کہاں ہے؟

میں نے کہا: آپ لوگوں نے مولا و آقا کو دیکھا؟

جواب دیا: نہیں۔

میں نے کہا: آنحضرتؑ ابھی یہیں تھے انہوں نے مجھے شفا عطا فرمائی اور اب میں بالکل ٹھیک ہو گیا یہ سن کر انہوں نے اطراف میں بہت تلاش کیا مگر میرے مولا و آقا نظر نہیں آئے۔[1]

[1] شیفتگان حضرت مہدی علیہ السلام جلد ۱ ص ۲۴۰

تلاوت قرآن کریم کی تاکید

شیخ محمد حسن مازندرانی (۱) حایری کہتے ہیں کہ شادی کے کچھ دن بعد میں شل کی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کے نتیجہ میں اس قدر کمزوری آگئی کہ گھر سے باہر نکلنے کی قوت وطاقت نہ رہی، لیکن میرا ہر روز کا معمول تھا کہ میں عصر کے وقت زیارت کے لئے ضرور جاتا تھا، لیکن چوں کہ کمزوری بہت زیادہ آچکی تھی لہٰذا وہاں پر زیادہ دیر نہیں رکتا تھا بلکہ بہت جلد واپس آجاتا تھا، میری عادت تھی کہ اہل خانہ میرے لئے گھر کی چھت پر بستر لگا دیا کرتے تھے، جب میں زیارت کر کے واپس آتا تھا تو فوراً چھت پر لیٹ جاتا تھا، ایک بار ایسا ہوا کہ میں زیارت کے لئے گیا اور واپس آکر بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ ایک شخص

---

۱ مازندران ایران میں ایک شہر کا نام ہے

جو سید مہدی قزوینی (۱) سے شباہت رکھتا تھا بغیر کسی کو اطلاع دیئے ہوئے میرے پاس چھت پر آ گیا، یہ دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا، میں نے ارادہ کیا کہ ان کے احترام واکرام میں کھڑا ہو جاؤں اور خواتین سے کہہ دوں کہ اوپر نہ آئیں مگر انہوں نے فوراً ہاتھ سے اشارہ کیا کہ چپ رہو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، یہ کہہ کر آپ نے میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

اب تمہاری کیسی حالت ہے، اس کے بعد فرمایا: قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کرو۔

میں نے اسی وقت فوراً محسوس کیا کہ میری بیماری بالکل ختم ہوگئی ہے لیکن اچانک میں متوجہ ہوا کہ وہ شخص موجود نہیں ہیں، چاروں طرف دیکھا یہاں تک کہ اہل خانہ سے پوچھا مگر ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ہم نے یہاں کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا تب میرے ذہن میں آیا کہ وہ میرے مولا و آقا حضرت امام زمانہ علیہ السلام تھے، اس کے بعد فوراً انہیں ہر طرف تلاش کیا مگر کہیں نظر نہیں آئے![۲]

۱۔ قزوین ایران میں جگہ ہے سید مہدی وہاں کے رہنے والے تھے

۲۔ برکات حضرت ولی عصر ص ۲۳۶

لاعلاج کا علاج

آیۃ اللہ شیخ مجتبیٰ قزوینی بیان کرتے ہیں: مولانا سیّد محمد باقر دامغانی مشہد میں رہتے تھے اور وہ مرحوم آیۃ اللہ میرزا مہدی غروی اصفہانی کے شاگرد تھے، یہ کافی سالوں تک سل (۱) کی بیماری میں مبتلا رہے، جس کی وجہ سے کافی لاغر وناتواں ہو گئے تھے، انہوں نے اس کا کافی علاج کرایا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا یہاں تک کہ ٹھیک ہونے سے ناامید ہو گئے، ایک دن اچانک میں نے دیکھا کہ بالکل ٹھیک ٹھاک صحیح وسلام میرے پاس چلے آرہے ہیں حالانکہ وہ سل کی بیماری میں مبتلا تھے مگر انہیں صحتیاب دیکھ کر سب کو بڑا تعجب ہوا اور ہم نے ان سے شفایابی کا سبب دریافت کیا۔

انہوں نے جواب دیا: ایک دن میرے حلق سے بہت زیادہ خون آیا

۱۔ وہ بیماری جس سے پھیپھڑوں میں زخم اور منہ سے خون آنے لگتا ہے

اور ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج کہہ دیا اور میں ڈاکٹروں کی طرف سے بالکل ناامید ہو گیا کہ اب ان کے بس کا کام نہیں ہے، کافی پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ اب کیا کروں، اسی اثنا میرے ذہن میں آیا کہ استاد آیۃ اللہ غروی کے پاس جا کر کچھ راہ حل دریافت کروں، بالآخر میں ان کے پاس پہنچا اور سارے حالات بیان کئے۔

انہوں نے کہا: کیا تم سید نہیں ہو؟! آخر کیوں اپنے آباواجداد سے شفا نہیں مانگتے، آخر کس وجہ سے حضرت امام زمانہ علیہ السلام سے طلب حاجت نہیں کرتے؟! کیا تم نہیں جانتے کہ وہ خدائے مہربان کے اسمائے حسنیٰ کے مظہر ہیں؟ کیا تم نے دعائے کمیل میں نہیں پڑھا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں ,,یا من اسمه دواء وذکره شفا،، (اے وہ ذات کہ جس کا نام دوا اور ذکر شفا ہے) اگر تم ایک شیعہ مسلمان اور وہ بھی سید ہو تو آج ہی حضرت بقیۃ اللہ علیہ السلام سے شفا حاصل کرو!

بالآخر انہوں نے بے حد مجھے وعظ و نصیحت کر کے میرے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کیا، ان کی وعظ و نصیحت سن کر میری آنکھیں نم ہو گئیں، میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور آنحضرت علیہ السلام کے محضر مبارک میں مشرّف ہونے کی غرض سے ,,یاحجة بن الحسن ادرکنی،، کہتے ہوئے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حرم مطہر کی طرف چل پڑا، جب میں حرم کے پرانے

صحن میں پہنچا تو میں نے اس میں کچھ تبدیلی محسوس کی، صحن تقریباً خالی تھا صرف چند لوگ نظر آرہے تھے جو ایک ساتھ چل رہے تھے اور ان کے آگے آگے ایک سید تھے، ایک دم میرے ذہن میں آیا کہ یہ سید بزرگوار حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں، چوں کہ ان کے اور میرے درمیان کافی فاصلہ تھا لہٰذا میں نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ آنجنابؑ چلے جائیں اور میں ان تک نہ پہنچ سکوں لہٰذا بہتر ہے کہ انہیں آواز دوں اور ان سے عرض کروں کہ مولا مجھے اس بیماری سے شفا عطا فرمایئے، یہ بات میرے ذہن میں آئی ہی تھی کہ میں نے دیکھا آنجنابؑ نے رخ بدلا اور میری طرف نظر کی، اچانک میں نے صحن کو عام حالت میں پایا اور ان چند لوگوں کی کوئی خبر نہ تھی، لوگ روز مرّہ کی طرح آجا رہے تھے یہ دیکھ کر مجھ پر ایک عجیب طرح کی ہیبت سی طاری ہوئی، اچانک میں نے محسوس کیا میرے اندر سے سل کی بیماری ختم ہوگئی ہے اور اب میں بالکل ٹھیک ہوں پھر میں نے انہیں ہر جگہ تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آئے۔[۱]

۱۔ ملاقات با امام زمانؑ ج ۱، ص ۴۳

عیادت امام زمانہ[ع]

جناب سیّد عبداللہ رفیعی کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ عبداللہ رفیعی زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہو گئے اور اس قدر زیادہ کمزور ہو گئے کہ گھر سے باہر نکلنے کی قوت و توانائی نہیں رہی ، ان کے سب کام میں کرتی تھی ، ایک دن میں نے ان کے لئے شام کا کھانا حاضر کیا اور سونے کے لئے بستر بچھا دیا ، جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو میں نے انہیں بستر پر لٹا دیا ، ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اچانک کسی کی آواز سنائی دی:

یا اللہ ـ یا اللہ ـ

میں فوراً صحن خانہ میں آئی اور دیکھا کہ تاریکی شب میں ایک مولانا ہیں جن کے سر پر سیاہ عمامہ ، بدن پر سفید لباس اور پیروں میں زرد جوتیاں ہیں میں نے انہیں دیکھ کر کہا:

مولانا: تشریف لائیے، آنجناب کمرہ میں داخل ہو گئے اور جناب رفیعی کے سرہانے بیٹھ گئے اور سلام کے بعد احوال پرسی کرنے لگے ادھر، میں فوراً باورچی خانہ میں گئی اور چائے آمادہ کرتے ہوئے بغور ان کی باتیں سننے لگی، میں نے سمجھنے کی کافی کوشش کی مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا، وہ عربی زبان میں باتیں کررہے تھے، جب چائے تیار ہوگئی تو میں نے ایک کپ میں چائے نکال کر آنجناب کے سامنے حاضر کردی، کہنے لگے:

ہم چائے نہیں پئیں گے۔

میں نے عرض کیا: آپ کوئی دعا پڑھ دیجئے تا کہ یہ صحیح ہو جائیں۔

انہوں نے چائے کے کپ کو اٹھا کر اس پر دعا پڑھی اور پھر کپ کو اسی جگہ رکھ دیا اور خدا حافظ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے، جب وہ دروازہ پر پہنچے تو مڑ کر میری طرف رخ کیا اور پھر جناب رفیعی کے بارے میں کچھ نصیحت کرنے لگے۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے، اس وقت انہوں نے ایک ایسی بات کہی کہ اس کی اصلاً کسی کو خبر نہیں تھی مگر میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوسکی پس وہ خدا حافظ کہہ کر کمرہ سے باہر نکل گئے۔

میں نے دل ہی دل میں کہا: بہتر ہے کہ میں صحن کے دروازہ تک رخصت کردوں، یہ سوچ کر میں ان کی طرف چلنے لگی، ابھی وہ گھر سے نکلے ہی

تھے کہ اچانک غائب ہو گئے یہ دیکھ کر میں بڑی حیرت زدہ ہوئی اور انہیں دیکھنے کے لئے فوراً تیزی کے ساتھ گھر سے باہر نکلی، لیکن گلی میں ہماری ہمسایہ عورت کے سوا کوئی نہ تھا۔

میں نے اس سے پوچھا: اس وضع وقطع کے ایک آدمی ہمارے گھر سے نکلے ہیں، کیا تم نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ کدھر گئے؟

اس نے بڑے تعجب کے ساتھ کہا: میں نے کسی شخص کو تمہارے گھر سے نکلتے ہوئے نہیں دیکھا، شاید تم نے کوئی خواب دیکھا ہے، اس وقت میں سمجھی کہ وہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام تھے جو جناب رفیعی کی عیادت کے لئے آئے تھے۔[۱]

---

[۱] ملاقات با امام عصرؑ ص ۱۲۲

احترام قرآن کی تاکید

مولانا قندھاریؒ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ میں حضرت ابو الفضل العباسؑ کی زیارت سے مشرف ہوا، میں نے حرم کے صحن رواق میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، دیکھا کہ راستہ میں قرآن مجید رکھا ہوا ہے اور ایک عظیم المرتبت شخص جس کے چہرے سے عظمت وجلالت نمایاں ہے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے مجھے دیکھ رہے ہیں، اسی اثنا انہوں نے فرمایا: ہوشیار رہو اور قرآن کریم کا احترام کرو

میں نے جھک کر قرآن کریم اٹھایا اور چوم کر اسی الماری میں رکھ دیا جس میں اور قرآن مجید رکھے ہوئے تھے، لیکن عجب حسن اتفاق کہ بے خودی کے عالم میں واپس ہوا اور ان بزرگوار کے نزدیک بیٹھ گیا، ایک دم سے میرے ذہن میں ایک سوال آیا اور میں نے ان سے دریافت کیا:

بتایا گیا ہے کہ جب حضرت رسول اکرمؐ شب معراج ربّ کریم سے

ملاقات کے لئے گئے تو آنحضرتؑ نے بارگاہ رب العزت میں کہا: اے میرے پروردگار! میرے فرزند (مہدیؑ) کی عمر طولانی ہے اور وہ غریب (الوطن) ہوں گے لہٰذا ان کے لئے کوئی مونس قرار دے، اس دعا اور آنحضرت کی درخواست کے بعد خدائے تعالیٰ نے حضرت مہدیؑ کی ملازمت کے لئے ہر زمانہ میں ۳۰ آدمی قرار دیئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

فرمایا: ہاں بالکل صحیح ہے۔

اس کے بعد میں بے خودی میں کھڑا ہوا اور اپنی جگہ سے روانہ ہو گیا، حضرت ابو الفضل العباسؑ کی زیارت کرنے کے بعد جب میں حرم مطہر سے نکلا تو اچانک مرحوم کرار حسین ہندی سے میری ملاقات ہوئی، جو خدا کے بڑے محبوب بندے تھے جیسے ہی انہوں نے مجھے دیکھا فوراً کہنے لگے: مبارک ہو مبارک ہو!

میں نے عرض کیا: آخر کس خوشی میں آپ مجھے مبارک باد دے رہے ہیں؟!

فرمایا: حضرت امام زمانہؑ سے ملاقات کرنے کی خوشی میں۔

مرحوم مولانا قندھاری کہتے ہیں: عارف جلیل وثقہ اور عادل جناب کرار حسین رحمۃ اللہ علیہ اولیائے خدا میں سے ایک ولی اور ہمیشہ ملازم حرمین شریفین حضرت ابا عبد اللہ الحسینؑ و حضرت ابو الفضل العباسؑ رہے، وہ پوشیدہ

طریقہ سے بڑے شوق کے ساتھ حرمین شریفین کے ذاکرین کی خدمت کیا کرتے تھے، نیز مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کہا گیا ہے کہ بعض مطالب واسرار کو تم سے بیان کر دیا کروں۔[۱]

۱۔ ملاقات با امام عصرؑ ص ۳۲

شفایابی

کاشان کا رہنے والا ایک شخص اپنے شہر کے چند دوستوں کے ساتھ مکہ معظّمہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا، وہ پہلے عراق پہنچے اور پھر وہاں پہنچ کر شہر نجف اشرف میں چند روز رہے، وہاں یہ شخص بہت بیمار پڑ گیا، کافی علاج کرایا مگر کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔

ڈاکٹروں نے کہا: انہیں آرام کی ضرورت ہے، زیادہ چلنا پھرنا ان کے لئے مناسب نہیں ہے، یہاں تک کہ جان کا خطرہ ہے، کیوں کہ ان کے بدن میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں ہے، یہ سن کر وہ بیچارہ حیران و پریشان ہو گیا اور مجبوروناچار اسے نجف اشرف میں رکنا پڑا۔

قافلہ والوں نے چند روز انتظار کیا، مگر جب وہ اس کی صحت یابی سے ناامید ہو گئے تو مکہ کی طرف جانے کے لئے سامان سفر آمادہ کیا اور بڑے

افسوس کے ساتھ حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام کے حرم میں آئے اور ایک خادم سے ملاقات کی اور اس سے پورا ماجرا بیان کیا۔

انہوں نے کہا: بھائی! ہم ایرانی ہیں اور شہر کاشان سے مکہ کی زیارت کے لئے آئے تھے، مگر افسوس کہ ہمارے قافلہ کا ایک آدمی بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہے، ہم نے کافی ڈاکٹروں کے یہاں علاج بھی کرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، ہم زیارت کے لئے مکہ معظمہ جارہے ہیں، انشاء اللہ بہت جلد واپس آجائیں گے' آپ ہم پر یہ مہربانی فرمائیں کہ اس دوران ہمارے اس آدمی کا خیال رکھنا، آپ کو اس کی اجرت بھی دے دی جائے گی اور چوں کہ طبیعت خراب ہے اور دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے لہٰذا خدانخواستہ اگر یہ دعوت اجل کو لبیک کہہ دیں تو آپ غسل وکفن دے دینا، ان کا جو سامان ہے آپ اسے اپنے پاس رکھ لیجیے، ہم واپسی میں آپ سے لے لیں گے اور وطن جا کر ان کے وارثوں تک پہنچا دیں گے اور اگر یہ صحت یاب ہو گئے تو پھر انشاء اللہ سال آئندہ مکہ کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔

آخر کار یہ لوگ اس بیچارے بیمار کو اس خادم کے سپرد کر کے چلے گئے یہ شخص بڑا بے مروت تھا، صبح ہوتے ہی اس بیمار کو کمرے میں بند کر کے چلا جاتا اور پھر دوپہر کے بعد عصر کے وقت آتا تھا، یہ بیچارہ بیماری میں گرفتار رنج وغم کے عالم میں یک وتنہا اندھیرے کمرے میں پڑا رہتا تھا، جب اس بیچارے

بے کس و بے حال بیمار کو بھوک و پیاس میں کئی دن گزر گئے تو ایک دن صبح کے وقت جب خادم دروازہ بند کر کے جانے والا تھا تو اس نے کہا:

جناب! میرے اندر ایک قدم چلنے کی بھی طاقت نہیں ہے لہٰذا آپ مجھ پر کرم فرمائیں کہ مجھے کسی طرح سے وادی السلام پہنچا دیں، وہاں پر مقام حضرت مہدی علیہ السلام ہے، جب میں ٹھیک تھا تو اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں گیا تھا، جب آپ دوپہر بعد واپس آئیں تو مجھے وہاں سے لے لیجیے گا۔

جب اس بیمار نے اس کی کافی منت وسماجت کی تو آخر کار وہ راضی ہو گیا اور اسے وادی السلام پہنچا کر مقام حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ایک گوشہ میں بیٹھا دیا اور اپنی قبا کو دھو کر ایک درخت پر ڈال دیا تا کہ سوکھ جائے اور اس بیمار سے کہا:

دیکھو یہ قبا میں نے دھو کر سکھائی ہے، اسے دیکھتے رہنا کوئی لے نہ جائے، یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا۔

بیمار شخص بیان کرتا ہے: جب اسے گئے ہوئے کچھ دیر ہوگئی تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ آخر کس مناسبت سے اس جگہ کو مقام حضرت مہدی علیہ السلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟ کیا اس جگہ آنحضرتؑ نے کسی پر خاص نظر کرم فرمائی ہے؟ یا یہاں پر کوئی شخص آنحضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے؟ اسی طرح

کے خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے کہ اچانک میں نے دیکھا ایک خوبصورت جوان وہاں اس وادی میں آئے اور میرے نزدیک سے سلام کرکے گزر گئے اور گھوم پھر کر واپس میری طرف آئے اور عربی زبان میں کچھ کہا جسے میں نہیں سمجھ سکا، میں نے فارسی زبان میں کہا:

جناب! آپ نے جو فرمایا ہے میری سمجھ میں نہیں آیا۔

یہ سن کر آنجناب نے فارسی زبان میں تکلم کیا، انہوں نے پوچھا:

تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے عرض کیا: جناب والا! میں ایران کا رہنے والا ہوں۔

فرمایا: ایران میں کس شہر سے؟

میں نے عرض کیا: شہر کاشان سے۔

فرمایا: کس محلّہ سے؟

میں نے عرض کیا: محلّہ سلطان میر احمد سے۔

آنجناب فارسی زبان میں اور وہ بھی کاشانی لہجہ میں اس طرح گفتگو کررہے تھے کہ میں دل ہی دل میں سوچنے لگا یہ شخص کوئی کاشان کا ہی رہنے والا ہے جو یہاں عربی لباس پہنے ہوئے ہے، انہوں نے پوچھا:

تم یہاں کیا کررہے ہو؟

میں نے عرض کیا: جناب! ہم چند لوگ کاشان سے مکہ جانے کے

لئے آئے تھے، میں یہاں پہنچ کر بیمار ہو گیا لہٰذا وہ لوگ مجھے چھوڑ کر زیارت کے لئے مکہ معظمہ گئے ہیں۔

فرمایا: انشاء اللہ اب تم صحتیاب ہو جاؤ گے مگر اس سال نہیں بلکہ سال آئندہ مکہ کی زیارت سے مشرف ہو گے، یہ کہہ کر وہ جانے کے لئے اٹھے میں نے عرض کیا:

جناب! میرا یہاں کوئی مونس و مددگار نہیں ہے اکیلا ہوں اور دل بہت تنگ ہے لہٰذا برائے کرم کچھ دیر میرے پاس بیٹھ جایئے ذرا میری دل جوئی ہو جائے گی۔

یہ سن کر وہ بیٹھ گئے، ابھی چند لمحے ہی ہوئے تھے کہ چلنے کے لئے پھر کھڑے ہو گئے، میں نے عرض کیا:

جناب والا! یہاں پر کوئی نہیں، اس تنہائی میں میرا دل بہت پریشان ہے لہٰذا مہربانی کر کے ذرا دیر اور میرے پاس بیٹھ جایئے، اس کے بعد وہ کچھ دیر اور بیٹھے اور چلنے کے لئے پھر کھڑے ہو گئے، میں نے پھر رکنے کے لئے منت وسماجت کی اس پر انہوں نے فرمایا:

مجھے دوسری جگہ بھی جانا ہے، یہ کہہ کر وہ جوان اٹھے اور چلے گئے۔

ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ تیز ہوا کا جھوکا آیا اور اس کی قبا درخت سے گر گئی، میں کھڑا ہوا اور دوبارہ اسے دھو کر اسی جگہ ڈال دیا اور اپنی جگہ آرام

کرنے کے لئے واپس آ گیا، اس وقت ایک دم میں متوجہ ہوا کہ میرے اندر تو کھڑے ہونے کی طاقت وقوت نہیں تھی آخر کس طرح میں کھڑا ہو گیا اور میں نے قبا دھو کر سوکھنے کے لئے ڈال دی، یہ دیکھ کر میں بڑا حیرت زدہ تھا اور اطمینان کے لئے دوبارہ کھڑا ہوا فقط یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا واقعاً میں کھڑا ہو سکتا ہوں اور میں چند قدم چلا بھی مگر اصلاً درد کا احساس نہیں ہوا، اس وقت میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ آخر میں کس طرح ٹھیک ہو گیا، اچانک میرے ذہن میں آیا کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ شخص حضرت امام زمانہ علیہ السلام تھے اور انہوں نے آ کر مجھے شفا عطا فرمائی اور میں انہیں پہچان نہ سکا۔[1]

---

[1] بلبل بوستان حضرت مہدیؑ، ج۳، ص: ۲۰۹

امداد امام زمانہ علیہ السلام

جناب آیۃ اللہ ضیا عراقیؒ بیان کرتے ہیں:

حجاز کے ایک شہر قطیف سے ایک شخص حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے ارادہ سے اپنے گھر سے روانہ ہوا، چلتے چلتے جب تقریباً آدھا راستہ طے کر چکا تو وہ پیسے جو آمد و رفت کے لئے لیکر چلا تھا گم ہو گئے اور اب اس کے پاس نہ اتنے پیسے تھے کہ اپنے وطن واپس جا سکے اور نہ ہی اتنے پیسے تھے کہ سفر کو جاری رکھے یہ تنگ دستی دیکھ کر بڑا حیران و پریشان ہوا ذہن اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ کیا کرے، اس کے ذہن میں آیا کہ بہتر ہے کہ اپنے امام زمانہؑ سے توسل کیا جائے تا کہ وہ میری مشکل کو آسان کریں، پس یہ سوچ کر وہ حجت خدا حضرت امام مہدی علیہ السلام سے متوسل ہوا، ابھی چند لمحے ہی ہوئے تھے کہ اس نے دیکھا ایک جلیل القدر سید اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

نہوں نے فرمایا: فلاں صاحب! یہ پیسے لے لیجئے تا کہ سامرا تک پہنچ سکو، سامرہ پہنچ کر وہاں ہمارے وکیل سید میرزا شیرازی کے پاس جانا اور ان سے کہنا کہ مجھے سید مہدی نے آپ کے پاس بھیجا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ہماری کچھ رقم آپ کے پاس ہے لہٰذا اس میں سے اتنی مقدار میں مجھے دے دیجئے تا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کو پہنچ سکوں، وہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں متوجہ نہیں ہوا کہ یہ شخص کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں، بالآخر میں نے عرض کیا:

جب میں آیۃ اللہ شیرازی سے کہوں گا تو مجھ سے ضرور سوال کریں گے کہ وہ کون ہیں؟ اور ان کے صفات و خصوصیات اور علامات کیا ہیں تو میں کیا جواب دوں؟ فرمایا:

شیرازی صاحب پوچھیں تو ان سے کہنا: سید محمد نے فرمایا ہے: اس سال جب تم گرمیوں کے زمانہ میں ملا علی کنی طہرانی کے ساتھ شام میں میری پھوپھی حضرت زینبؑ کے حرم میں تھے تو کیوں کہ کثرت زوار اور جمع غفیر کی وجہ سے حرم کے صحن میں کچھ کوڑا کرکٹ جمع ہو گیا تھا تو تم نے اپنی عبا کو شانوں سے اتارا اور پھر اس سے حرم میں صفائی کی اور تمام خاک کو ایک طرف کیا اور حاجی ملا علی کنی نے اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر باہر پھینکا تو اس وقت میں وہاں آیا تھا۔

فطیفی بیان کرتے ہیں کہ جب میں سامرا میں آیۃ اللہ شیرازی کے پاس پہنچا اور اس واقعہ کو بیان کیا تو بے اختیار ایک دم اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور بوسہ لیتے ہوئے مبارک باد کہنے لگے اور پھر انہوں نے کچھ پیسے دیئے جس کے بعد میں بآسانی زیارت کر کے اپنے وطن واپس پلٹ آیا۔[۱]

۱۔ شیفتگان حضرت مہدیؑ، ج۳، ص:۱۴۲

راز کی بات

مرحوم سید علی شوستری کہتے ہیں:

میری اور شیخ مرتضٰی انصاری کی عام طور پر عادت یہ تھی کہ ہم لوگ مخصوص اوقات میں زیارت کے لئے نجف اشرف سے کربلا معلیٰ جاتے تھے اور کچھ دن رہتے تھے، ایک بار ہم نجف اشرف سے کربلا آئے ہوئے تھے، جب ہمیں تین دن ہو گئے تو شب آخر شیخ مرتضٰی انصاری نے کہا:

کل واپس نجف چلتے ہیں۔

میں نے کہا: ٹھک ہے یہاں تک کہ نصف شب ہوئی، ہم سوئے ہوئے تھے کہ اچانک میں بیدار ہوا اور میں نے دیکھا کہ شیخ صاحب نے وضو کیا اور عمامہ وغیرہ پہن کر گھر سے نکل گئے، میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ شاید انہیں غلط فہمی ہو گئی ہے کہ سحر کا وقت ہو چکا ہے، حالانکہ ابھی آدھی رات ہوئی ہے اور نماز شب کا وقت ابھی نہیں ہوا، میں سوچ ہی رہا تھا کہ وہ صحن سے نکل گئے، پھر اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ آخر یہ اس وقت کہاں جا رہے ہیں

مجھے بھی ان کے پیچھے چلنا چاہئے پس میں نے فوراً لباس پہنا اور چپ چاپ آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چل دیا تا کہ انہیں پتہ نہ چلے وہ گلی کوچوں سے عبور کرتے ہوئے چل رہے تھے یہاں تک کہ ایک دروازہ کے قریب پہنچے جو ,,بغداد،، کے نام سے مشہور تھا، وہاں ایک چھوٹا سا گھر تھا مرتضٰی انصاری اس گھر کے سامنے پہنچ کر رک گئے، انہیں دیکھ کر میں بھی کچھ دور کے فاصلہ پر رک گیا اور انہیں دیکھنے لگا، شیخ انصاری دروازے کے روبرو کھڑے ہوئے اور سلام کیا:

گھر کے اندر سے بڑے لطیف لہجہ میں جواب سلام آیا۔

آپ نے کہا: واپس جانے کا ارادہ ہے کیا آپ کی اجازت ہے؟

اندر سے کسی شخص کی آواز آئی: وہ کام انجام دیا؟

آپ نے کہا: نہیں۔

جواب دیا: ابھی نہیں بلکہ کل بھی یہیں رہو۔

آپ نے کہا: آپ کا حکم سر آنکھوں پر، یہ کہہ کر آپ نے واپس گھر آنے کے لئے رخ بدلا، یہ دیکھ کر میں فوراً تیزی سے گھر پہنچا اور آپ کے پہنچنے سے پہلے بستر پر لیٹ گیا تا کہ آپ کو پتہ نہ چلے۔

صبح نمودار ہوئی اور ہم نے نماز وقرآن اور دعائیں وغیرہ پڑھیں، میں نے کہا:

آج نجف واپس جانا ہے تیار ہو جایئے۔

شیخ انصاری نے کہا: آج نہیں انشاءاللہ کل چلیں گے۔

یہ سن کر میں چپ ہو گیا اور آپ سے مصلحۃً نہ چلنے کی وجہ دریافت نہیں کی یہاں تک کہ اسی طرح صبح سے شام ہو گئی اور میرا ذہن اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ آخر یہ راز کیا ہے، انہوں نے گذشتہ روز مجھ سے چلنے کے لئے کہا تھا اور نصف شب یک وتنہا وضو کر کے فلاں جگہ گئے اور سلام کے بعد رخصت کی اجازت مانگی، آخر وہ کون شخص تھا جس سے اجازت مانگ رہے تھے، بالآخر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں اس شب نہیں سوؤں گا، دیکھوں گا یہ کیا کرتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں، پس جب سونے کا وقت ہوا تو میں بستر پر لیٹ گیا اور جاگتا رہا یہاں تک کہ رات کا عین وہی وقت آ پہنچا اور شیخ انصاری آہستہ سے اٹھے تا کہ مجھے خبر نہ ہو اور وضو کر کے لباس پہنا اور پھر چپ چاپ آہستہ آہستہ گھر سے نکل گئے، پس جیسے ہی وہ باہر نکلے میں فوراً کھڑا ہوا اور لباس وغیرہ پہن کر کچھ دور فاصلہ سے آہستہ آہستہ چپ چاپ ان کے پیچھے چل دیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا آپ اسی جگہ پہنچ کر رک گئے اور اس گھر کے رو برو کھڑے ہو کر سلام کیا۔

اندر سے سلام کا جواب آیا، اس کے بعد انہوں نے کہا:

کیا اب آپ اجازت فرماتے ہیں کہ کل میں واپس چلا جاؤں۔

جواب آیا: وہ کام انجام دیا؟

شیخ انصاری نے کہا: جی حضور انجام دے دیا۔

جواب میں اندر سے آواز آئی: ہاں اجازت ہے جا سکتے ہو۔

شیخ انصاری نے واپس گھر آنے کے لئے رخ بدلا ہی تھا کہ میں کسی طرح ان سے پہلے پھر گھر پہنچ گیا اور چپ چاپ بستر پر لیٹ گیا تا کہ انہیں بالکل خبر نہ ہو، شیخ انصاری آئے اور بڑے اطمینان سے سو گئے۔

آخر کار صبح نمودار ہوئی اور ہم دونوں نجف اشرف کے لئے واپس چل دیئے، جب شہر کے دروازہ سے نکل گئے اور چلتے چلتے بیابان میں پہنچے تو میں نے کہا:

آپ سے دو سوال کرنا چاہتا ہوں؟

جواب دیا: کیجئے۔

میں نے کہا: آخر کیا وجہ ہے کہ وہ صحن اور اچھے گھروں میں نہ رہ کر ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے ہیں؟

انہوں نے کہا: آپ کس شخص کے بارے میں سوال کر رہے ہیں؟

میں نے کہا: اپنے مولا و آقا کے بارے میں جو وہاں رہتے ہیں اور آپ یہ بھی جان لیجئے کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے، میں آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ راز کیا ہے؟

آخرکار جب انہیں پوری طرح یقین ہو گیا کہ مجھے پورے ماجرے کا علم ہے تو انہوں نے جواب دیا:

گھر کو احتراماً صحن میں قرار نہیں دیا کیوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ کہ جب آپ نے شب اول امام علیہ السلام سے رخصتی مانگی اور آنجناب نے پوچھا کہ فلاں کام کیا؟ اور آپ نے منع کر دیا اور جب دوسرے دن گئے اور بعد سلام پھر رخصت چاہی تو آنجناب نے پھر وہی سوال دہرایا اور آپ نے کہا کہ ہاں میں نے انجام دے دیا، وہ کیا کام تھا؟

شیخ انصاری نے جواب دیا: یہ ایک راز ہے۔

میں نے بہت اصرار کیا مگر انہوں نے نہیں بتایا اور مجھ سے عہد و پیمان باندھا کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان نہ کروں، پس جب تک وہ حیات رہے میں نے کسی کو بھی اس واقعہ کی خبر نہیں دی۔[1]

۱۔ شیفتگان حضرت مہدیؑ جلد ۳ صفحہ ۴۹

سل کی بیماری سے نجات

شیخ میرزا عبدالجواد محلاتی بیان کرتے ہیں:

شیخ محمد تقی قزوینی جو مدرسہ کے مدیر تھے وہ علم وعمل وتقویٰ وزہد میں بے نظیر تھے، وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ بس خدائے رحیم وکریم سے فقط ایک دعا ہے اور میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرم مطہر میں جا کر بھی ہمیشہ یہی دعا کرتا ہوں کہ کسی طرح مجھے امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے اور میں انتہائی عاجزی کے ساتھ یہ دعا پڑھتا رہتا ہوں: ,,اللھم ارنی الطلعة الرشیدة والغرة الحمیدة، ،ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ یہ سل کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، اگرچہ آپ بہت غریب تھے مگر اس درجہ خود دار وقناعت پسند تھے کہ اندرونی حالات کی کبھی کسی کو خبر نہیں ہوئی، بیماری دھیرے دھیرے بڑھتی گئی، آپ ہمیشہ کھانستے رہتے تھے، جب کھانستے تھے تو سینے سے خون نکلتا

تھا، آپ کو ایک مخصوص معمولی کمرہ میں رکھا گیا تا کہ کھانستے وقت نکلنے والے خون سے اچھا کمرہ آلودہ نہ ہو، کافی دنوں تک اسی کمرہ میں رہے اور علاج ہوتا رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور برابر سینے سے خون نکلتا رہا یہاں تک کہ سب ان کی زندگی سے ناامید ہو گئے اور کسی کو گمان بھی نہیں تھا کہ یہ اس خطرناک بیماری سے شفا پا جائیں گے لیکن چند روز بعد خبر عام ہوئی کہ وہ صحت یاب ہو گئے ہیں، یہ دیکھ کر ہر آدمی تعجب کرنے لگا، کیوں کہ بیماری اتنی سخت تھی کہ ہر آدمی ناامید ہو چکا تھا لہٰذا ہر آدمی کی زبان پر بس یہی جملہ تھا کہ آخر یہ کس طرح صحتیاب ہو گئے، یہ تو کسی غیبی طاقت کا کام ہے ورنہ یہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی، لوگ ان کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ آخر آپ کس طرح صحتیاب ہوئے؟

شیخ محمد تقی نے جواب دیا: ایک شب میری طبیعت بہت خراب ہوگئی یہاں تک کہ میرے اندر قوت حس اور بدن میں حرکت تک ختم ہوگئی اور دماغ بالکل کام نہیں کر رہا تھا، اس طرح دھیرے دھیرے شب گزرتی گئی یہاں تک کہ فجر کی سپیدی کا آغاز ہو گیا، پس اسی اثنا میں نے دیکھا کہ اچانک چھت میں شگاف ہوا اور کرسی لئے ایک شخص اندر آیا اور اسے میرے سامنے رکھ دیا، ابھی چند لمحے ہی ہوئے تھے کہ ایک اور شخص آیا اور اس کرسی پر بیٹھ گیا، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں آنحضرتؑ نے میری طرف

رخ کیا اور احوال پرسی کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا:

تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

میں نے عرض کیا: میرے مولا و آقا! میں چاہتا ہوں کہ اس بیماری سے صحتیابی اور غربت کی زندگی سے نجات مل جائے۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اگر بیماری کی بات ہے تو تم صحتیاب ہو چکے ہو، اب تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: میرے مولا و آقا! میری وہ آرزو جس کے لئے شب و روز حرم مطہر میں دعا کرتا ہوں؟

جواب فرمایا: تم کل صبح سویرے سورج طلوع ہونے سے پہلے وادی السلام کے فلاں بلند مقام پر جانا، وہاں کربلا کی طرف رکھ کر کے راستہ میں بیٹھ جانا، اس وقت میرے فرزند حضرت صاحب الزمان کربلا سے آئیں گے اور ان کے ساتھ دو صحابی ہوں گے، انہیں سلام کرنا اور وہ جہاں بھی جائیں ان کے ساتھ ساتھ رہنا، اس کے بعد میرے حواس واپس آئے اور جیسے ہی مجھے ہوش آیا تو میں نے اطراف میں دیکھا، مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔

یہ دیکھ کر میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ سب خیالات ہوں گے اور میں شاید خواب وغیرہ دیکھ رہا تھا، لیکن کافی دیر ہوگئی اور مجھے کھانسی نہیں آئی اور میں نے خود کو صحتیاب پایا، یہ دیکھ کر مجھے بہت تعجب ہو رہا تھا اور یقین نہیں

آرہا تھا کہ مجھے شفامل چکی ہے یہاں تک کہ پورا دن گزر گیا اور رات ہوگئی مگر مجھے کھانسی نہیں آئی تو میں سوچنے لگا: آنحضرتؑ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے اگر واقعاً ایسا ہوگیا اور میری امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی تو یہ میرے لئے عظیم سعادت ہوگی

✦✦✦

صبح نمودار ہوئی اور میں طلوع آفتاب کے وقت اس مقام پر پہنچ گیا جہاں کا آنحضرتؑ نے حکم فرمایا تھا اور کربلا جانے والے راستہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ گیا، میں بیٹھا ہوا شدت اشتیاق سے اپنے مولا وآقا کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک تین آدمی آتے ہوئے دکھائی دیئے، جن میں ایک بزرگوار بڑی شان وشوکت کے ساتھ آگے آگے چل رہے تھے اور بقیہ دو آدمی ان کے پیچھے پیچھے تھے، یہ دیکھ کر مجھ پر بے حد رعب ودبدبہ طاری ہوا، جب وہ میرے نزدیک پہنچے تو میں سلام وکرام کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکا، یہ تینوں آدمی دیوار شہر کے پیچھے اس راستہ پر چلنے لگے جو مقام حضرت امام مہدیؑ تک پہنچتا تھا، وہاں پہنچ کر آنحضرتؑ کمرے میں ایک خاص مقام پر جلوہ نشین ہوئے اور وہ دونوں آدمی دروازہ کے نزدیک چپ چاپ کھڑے ہوگئے، میں بھی ان کے قریب کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور پھر مجھ سے صبر نہ ہوسکا، میں دل ہی دل میں کہنے لگا: اندر داخل ہوکر اپنے مولا وآقا کے قدم مبارک کا بوسہ لیتا

ہوں، یہ سوچ کر جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا وہاں اصلاً کوئی نظر نہیں آیا، یہ عجیب وغریب منظر دیکھ کر میرے قدموں تلے زمین نکل گئی اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا ہر طرف انہیں دیکھا مگر وہ دور تک کہیں نظر نہیں آئے۔[۱]

۱۔ برکات ولی عصر، ص:۱۰۳

چوتھی فصل

نجات

- انار کا واقعہ
- کرشمہء امامت
- قتل سے نجات
- نصرت امام زمانہؑ
- امام زمانہؑ اور پیاسا مسافر
- دوبار ملاقات
- مجلس عزا
- ملاقات کیسے ہوسکتی ہے
- باحجاب خاتون اور نصیحت امام زمانہؑ

انار کا واقعہ

بحرین میں ایک ناصبی بادشاہ رہتا تھا، اس کے ایک وزیر تھا جو اہل بیتؑ سے دشمنی بادشاہ سے کہیں زیادہ رکھتا تھا، اب چونکہ اہل بحرین اہل بیتؑ کے چاہنے والے تھے لہٰذا وہ ان سے بے حد عداوت ودشمنی رکھتا تھا اور وہ ہمیشہ شیعوں کے قتل عام اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگا رہتا تھا، ایک دن وزیر ایک انار لئے ہوئے حاکم کے پاس آیا جس کو بڑے ادب واحترام سے بادشاہ کے سامنے پیش کیا، جب حاکم نے بغور دیکھا تو اس پر تحریر نظر آئی:

"لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ وابو بکر وعمر وعثمان و علی خلفاء رسول اللہ" یہ جملے بطور طبیعی انار پر تحریر تھے، ایسا نہیں تھا کہ کسی شخص نے ہاتھ سے لکھ دیئے ہوں، یہ عجیب وغریب منظر دیکھ کر حاکم کی حیرت کا

ٹھکانا نہ رہا، اس نے کہا یہ انار شیعہ رافضیوں کے باطل پر ہونے کی واضح و مستحکم دلیل ہے، اب یہ بتاؤ کہ اہل بحرین کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟

وزیر نے کہا: جناب والا! یہ لوگ بڑے متعصب ہیں لہذا مستحکم سے مستحکم دلیلوں کا صاف انکار کر دیتے ہیں، بہتر ہے کہ آپ انہیں دربار میں بلائیے اور یہ انار دکھائیے اگر یہ لوگ اس واضح و روشن دلیل کے ہوتے ہوئے حق کو قبول کر لیتے ہیں تو خدائے تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور اگر اپنے اسی گمراہ عقیدہ پر باقی رہ کر اس روشن و مستحکم دلیل کو قبول نہ کریں تو پھر تین کاموں میں سے ایک کام ان کے ساتھ کیجئے:

یا یہ لوگ ذلت و رسوائی کے ساتھ جزیہ دیں یا یہ اس کا معقول جواب دیں اگر چہ اس کا جواب دینا ممکن نہیں ہے، یا ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے ان کا تمام مال، مال غنیمت قرار دے کر لے لیا جائے۔

حاکم نے کہا: یہ تمہارا مشورہ بہت اچھا ہے، تم رافضیوں کے علما و صلحا کے پاس جاؤ اور انہیں دربار میں لے آو، میں یہاں منتظر ہوں۔

وزیر نے کہا: اے امیر! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

یہ کہہ کر وزیر شیعوں کے پاس پہنچا اور ان کے علما و صلحا سے کہا: بادشاہ سلامت نے آپ لوگوں کو دربار میں بلایا ہے، بہت اہم کام ہے فوراً چلو، چند بزرگ و باوثوق لوگ دربار میں حاضر ہو گئے اور بڑے ادب و احترام سے

بادشاہ کوسلام کیا۔

بادشاہ نے جواب سلام کے بعد انہیں وہ انار دکھایا اور کہا: دیکھو یہ حقیقت ہے جو خدا کی طرف سے آشکار ہوئی ہے، بتاؤ اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے، اگر تم نے اس کا معقول اور مستدل جواب نہیں دیا تو تمہارے مردوں کو قتل اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے تمام اموال کو مال غنیمت قرار دیا جائے گا، یا پھر یہ کہ تمہیں جزیہ دینا پڑے گا۔

شیعہ علما اس انار کو دیکھنے کے بعد بادشاہ کی گفتگو سن کر حیرت و استعجاب کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر چپ ہو گئے کیوں کہ انار پر طبیعی طور پر تحریر موجود تھی، پس ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ گئیں اور چہروں کا رنگ متغیّر اور بدن میں لرزہ طاری ہو گیا، آخر کار انہوں نے سر جھکا کر کہا:

اے امیر! آپ ہمیں تین دن کی مہلت دیجئے، انشاءاللہ اگر ہو سکا تو جواب دے دیں گے ورنہ پھر آپ کو اختیار ہے جو چاہے کیجئے گا۔

حاکم نے کہا: ٹھیک ہے، میں تم لوگوں کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔

یہ لوگ گھبرائے ہوئے دربار سے واپس چلے گئے اور تمام شیعہ حضرات کو جمع کر کے پورا ماجرہ بیان کیا۔

یہ سن کر لوگوں کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہا اور ہر ایک گھبرا گیا، سب کے سب گہری فکر میں ڈوب گئے کہ اب کیا کیا جائے اور آپس میں مشورہ

..نے لگا۔

آخرکار دس لوگوں کا انتخاب کیا گیا جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں سب سے زیادہ مشہور تھے، پھر ان دس میں سے تین آدمیوں کو چنا گیا اور پھر ان تین میں سے ایک سے کہا:

آج آپ اس شب صحرا میں جاکر خدا کی عبادت کیجئے اور امام زمانہ علیہ السلام سے مدد مانگئے، آخر وہ حجت خدا اور ہمارے امام ہیں انشاءاللہ آنجناب کوئی راہ حل بتائیں گے۔

وہ شخص اندھیرا ہوتے ہی صحرا کی طرف نکل گیا اور پوری رات نمازیں اور دعائیں پڑھتے ہوئے امام زمانہ علیہ السلام سے استغاثہ کرتا رہا، مگر کچھ حاصل نہ ہوا یہاں تک کہ صبح ہوگئی، ناامید ہوکر واپس آئے اور کہا کہ مجھے کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی، دوسری شب دوسرے شخص کو بھیجا وہ گئے اور انہوں نے بھی پوری شب عبادت و دعا کرتے ہوئے امام زمانہ علیہ السلام سے استغاثہ کیا مگر انہیں بھی کچھ حاصل نہیں ہوا یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی اور وہ بھی ناامید ہوکر پریشان حال شہر میں واپس آگئے۔

لوگ جو بے چینی سے منتظر تھے انہوں نے سوال کرنا شروع دیئے۔

انہوں نے جواب: مجھے کوئی چیز حاصل نہیں ...ئی۔

یہ سن کر لوگوں کی حیرت اور گھبراہٹ میں اور اضافہ ہو گیا اور ہر ایک شخص حیران و پریشان نظر آنے لگا اور کسی کی سمجھ میں کوئی راہ حل نہیں آرہی تھی، بالآخر کسی طرح دن گزرا اور شب آئی، اب تیسرے شخص ,,محمّد بن عیسیٰ،، جو باقی تھے صحرا کی طرف نکل گئے ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا چند قدم کے فاصلہ پر کیا ہے کچھ نظر نہیں آرہا تھا، وہ تاریک جنگل میں چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچ کر رک گئے اور رو رو کر نمازیں اور دعائیں پڑھنے لگے: بارالہا! ہم غریبوں کے سر سے اس مصیبت کو ٹال دے نیز امام زمانہ علیہ السلام سے استغاثہ کرتے ہوئے کہنے لگے:

مولا! ہم عظیم مصیبت میں گرفتار ہیں ہماری مدد کیجئے، آپ اس طرح راز و نیاز میں مشغول تھے اور دھیرے دھیرے وقت گزرتا رہا، جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ رات اپنے آخری مرحلہ میں تھی اور محمّد بن عیسیٰ کے گریہ وزاری میں اور اضافہ ہو گیا، گڑگڑا کر دعا کر ہی رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی کی آواز سنائی دی:

اے محمّد بن عیسیٰ! آخر کیوں اس قدر پریشان ہو؟ آخر کیوں یہاں آئے ہو؟

محمّد بن عیسیٰ نے کہا: آپ مجھے میری حالت پر چھوڑ دیجئے، میں بہت اہم کام سے یہاں آیا ہوں جسے اپنے امام علیہ السلام کے علاوہ کسی اور سے نہیں

بتا سکتا اور جو اس عظیم مصیبت کو ٹالنے کی قدرت نہیں رکھتا اس سے میں ہرگز شکایت نہیں کروں گا۔

اے محمد! میں ہی صاحب الزمان ہوں کس مشکل میں گرفتار ہو بیان کرو؟

محمد بن عیسیٰ نے کہا: اگر آپ ہی صاحب الزمان ہیں تو پھر بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں تم سچ کہہ رہے ہو، تم یہاں اس انار والی بلا اور حاکم نے جو دھمکی دی ہے اس کی وجہ سے آئے ہو۔

محمد بن عیسیٰ کہتے ہیں یہ سن کر میں اس طرف متوجہ ہوا جس طرف سے آواز آرہی تھی اور بڑے ادب واحترام سے عرض کیا:

ہاں میرے مولا! آپ بہتر جانتے ہیں ہم کس بلا میں گرفتار ہیں آپ ہم بیکسوں کے امامؑ اور سرپرست ہیں اور آپ ہی اس بلا کو ٹال سکتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے محمد بن عیسیٰ! وزیر کے گھر انار کا ایک درخت ہے جس وقت درخت پر پھل آیا تو اس نے مٹی سے انار کا ایک سانچہ بنایا اور اسے دو حصّوں میں تقسیم کر دیا اور پھر ان دونوں حصّوں میں وہ جملے لکھے جو انار پر تحریر ہیں، انار اس وقت ذرا چھوٹا تھا لہٰذا اس نے لکھنے کے بعد ان دونوں حصّوں کو

انار پر ایک غلاف کی طرح چڑھا دیا، اس مٹی کے سانچہ میں جیسے جیسے انار بڑھتا گیا وہ تحریر اس پر نقش ہوتی گئی، جس کے نتیجے میں یہ صورت حال پیش آئی ہے، پس تم صبح سویرے حاکم کے پاس جانا اور کہنا کہ میں جواب لے کر آیا ہوں مگر یہاں نہیں بلکہ وزیر کے گھر بتاؤں گا اور جب تم وزیر کے گھر میں داخل ہونا تو داہنی طرف ایک کمرہ نظر آئے گا وہاں پہنچ کر حاکم سے کہنا کہ اس کمرے میں جواب دوں گا، اس وقت وزیر کوشش کرے گا کہ تم اس کمرے میں داخل نہ ہو لیکن تم اس کمرہ میں داخل ہونے پر مصر رہنا اور یہ یاد رکھو کہ وزیر تم سے پہلے وہاں داخل ہونے کی بہت کوشش کرے گا مگر اسے تم اپنے سے پہلے نہ جانے دینا پہلے خود داخل ہونا جب تم کمرہ میں داخل ہو جاؤ گے تو ایک میز نظر آئے گی جس پر سفید تھیلا رکھا ہوگا، تم اسے کھولنا، اس میں مٹی سے بنا ہوا انار کا ایک سانچہ ملے گا جسے وزیر نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، تم اسے تھیلے سے نکال کر بادشاہ کو دکھا دینا تا کہ وزیر کا مکر و فریب ظاہر ہو جائے۔

اے محمد بن عیسیٰ! دوسری علامت یہ ہے کہ تم حاکم سے کہنا کہ ہمارا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ جب تم اس انار کو توڑو گے تو اس میں دھوئیں اور خاک کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلے گا اور بادشاہ سے کہنا کہ اگر آپ اس بات کی حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں تو آپ وزیر سے کہیے کہ اس انار کو لوگوں کے سامنے توڑ دے ہیں جب وہ اس انار کو توڑے گا تو اس کی خاک اور دھواں وزیر کی داڑھی میں

چلا جائے گا۔

یہ سن کر محمد بن عیسیٰ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا:

مولا! آخر آپ نے تیسرے دن جواب کیوں دیا اگر آپ پہلے دن ہی جواب دے دیتے تو اب تک ساری مشکل حل ہو چکی ہوتی۔

اے محمد بن عیسیٰ! اس میں تمہاری تقصیر ہے کیوں کہ تم نے تین دن کی مہلت مانگی تھی اگر تم ایک دن کی مہلت لیتے تو میں شب اوّل ہی جواب دے دیتا۔

بالآخر چند لمحوں بعد امام زمانہ علیہ السلام غائب ہو گئے اور محمد بن عیسیٰ خوش ہوتے ہوئے شیعوں کی طرف واپس آئے، آپ کو خوش آتا دیکھ کر لوگوں کو امید کی کرن نظر آئی اور پھر محمد بن عیسیٰ نے پورا ماجرہ بیان کیا۔

صبح سویرے کچھ شیعہ حاکم کے پاس پہنچے اور بڑے ادب واحترام سے حاکم کو سلام کیا۔

جواب سلام کے بعد حاکم نے پوچھا: ہاں کیا جواب ہے؟

محمد بن عیسیٰ نے کہا: ہم جواب لے کر آئے ہیں مگر یہاں نہیں بلکہ وزیر کے گھر بتائیں گے۔

یہ سن کر وزیر حواس باختہ اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اس نے بڑی بہانہ بازی اور ٹال مٹول کی تا کہ یہ راز فاش نہ ہو یہاں تک کہ اس نے کہا:

آپ بادشاہ وقت میرے غریب خانہ پر تشریف لے جا رہے ہیں لہٰذا کم از کم چند لمحوں کی اجازت دیں تا کہ میں آپ سے پہلے جا کر جلدی سے گھر میں صفائی کرا دوں بادشاہ کی مرضی تھی مگر محمد بن عیسیٰ نے کہا:

بادشاہ سلامت! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اگر آپ جواب سننا چاہتے ہیں تو وزیر پہلے گھر نہیں جائیں گے بلکہ ہم سب ساتھ چلیں گے۔

آخر کار محمد بن عیسیٰ کی بات بادشاہ نے قبول کی اور وزیر کی تمام سعی و کوشش ناکام ہوگئی، پھر سب لوگ وزیر کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے، اس وقت وزیر کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا اور اندر سے بھی بے پناہ خوف زدہ نظر آ رہا تھا، بالآخر گھر پہنچے اور اس کمرہ میں داخل ہوگئے جس کی امام زمانہ علیہ السلام نے خبر دی تھی۔

پس جیسے ہی داخل ہوئے تو محمد بن عیسیٰ نے دور سے دیکھا کہ جس مقام پر امامؑ نے فرمایا تھا اسی جگہ پر ایک میز ہے اور اس پر ایک سفید تھیلا رکھا ہوا ہے، محمد بن عیسیٰ فوراً آگے بڑھے اور تھیلے سے انار کا سانچہ نکال کر بادشاہ کے حوالے کر دیا یہ دیکھ کر بادشاہ کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہا، ادھر وزیر کے پیروں تلے

زمین نکل گئی، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، وہ حواس باختہ اور بے انتہا شرمندہ نظر آ رہا تھا۔

یہ دیکھ کر جناب محمد بن عیسیٰ نیز دیگر تمام شیعہ جو ساتھ تھے سب نے چین کی سانس لی اور دل ہی دل میں خدا اور امام زمانہ علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا۔

یہ ماجرہ دیکھ کر حاکم نے محمد بن عیسیٰ کی طرف رخ کر کے کہا:

تمہیں یہ سب کس نے بتایا ہے؟

محمد بن عیسیٰ نے جواب دیا: ہمارے مولا و آقا امام زمانہ علیہ السلام نے اس راز کی خبر دی ہے۔

تمہارا امام کون ہے؟

جواب میں محمد بن عیسیٰ نے شروع سے لے کر تمام ائمہ علیہم السلام کے اسمائے گرامی گنانا شروع کر دیئے یہاں تک کہ آخری امامؑ کے اسم گرامی تک پہنچے۔

ان حقائق کا مشاہدہ کرنے کے بعد حاکم نے شیعہ مذہب قبول کر لیا اور زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا: (اشهد ان لا اله الا الله ۔اشهد ان محمداً عبده ورسوله واشهد ان علياً امير المومنين علی بن ابی طالب خليفته بلا فصل) اس کے بعد ہر ایک امامؑ کی امامت کا

اقرار کیا اور وزیر کے قتل کا حکم صادر کر دیا اور اہل بحرین سے عذر خواہی کی۔

یہ واقعہ آج بھی بحرین میں بہت مشہور ہے اور آج بھی محمد بن عیسیٰ کی قبر زیارت گاہ عام و خاص بنی ہوئی ہے، وہاں پر زیارت کے لئے دور دراز سے لوگ آتے ہیں۔[1]

---

[1] نجم الثاقب، ص:۵۵۶

کرشمہء امامت

شہید ثالثؒ (۱) بیان کرتے ہیں:

اہل سنت والجماعت کے ایک عالم علامہ حلیؒ کے استاد تھے، انہوں نے شیعہ مذہب کے خلاف ایک کتاب تالیف کی، وہ اسے مجالس ومحافل میں لوگوں کو پڑھ کر سناتے تھے، جس سے وہ دھیرے دھیرے کافی لوگوں کو گمراہ کر چکے تھے اور اس ڈر سے کہ کہیں کوئی شیعہ اس کا جواب نہ لکھ دے وہ اس کتاب کو کسی کو نہیں دیتے تھے، علامہ حلی ایک طولانی عرصہ سے اس فکر میں تھے

(۱) آپ کا نام شریف سیّد قاضی نور اللہ توستری ہے، آپ کا مرقد مطہر آگرہ میں ہے، آپ اورنگ زیب کے زمانہ میں چار مذہبوں کے مفتی تھے جو انہیں ان کے مذہب کے اعتبار سے فتوے دیتے تھے اور ان کے مسائل حل کرتے تھے، جب اورنگ زیب کو معلوم ہوا کہ یہ شیعہ ہیں تو اس نے آپ کو انتہائی ظلم وستم کے ساتھ شہید کرادیا، آپ کا مرقد شہر آگرہ میں آج بھی عام وخاص کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

کہ کسی طرح سے یہ کتاب حاصل ہو جائے تا کہ اس کا جواب لکھ دوں، اب چوں کہ استاد و شاگرد کا رشتہ تھا لہٰذا علامہ حلی نے موقع غنیمت پا کر استاد سے تقرب حاصل کر کے کہا:

آپ مجھے بطور امانت اپنی یہ کتاب دید یجئے میں آپ کو بہت جلد واپس کر دوں گا۔

وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ علامہ حلی تک یہ کتاب چلی جائے، کیوں کہ انہیں خطرہ تھا کہ یہ اس کی رد میں کتاب لکھ دیں گے، لہٰذا پہلے تو ٹال مٹول کرتے رہے مگر جب علامہ کا اصرار بڑھتا گیا تو ایک دن انہوں نے کہا:

میں نے قسم کھائی ہے کہ اس کتاب کو ایک دن سے زیادہ کسی کو نہیں دوں گا۔

علامہ حلی نے موقع غنیمت سمجھا اور کہا: ٹھیک ہے آپ مجھے فقط ایک شب کے لئے دے دیجئے صبح آپ کو دے دوں گا، یہ کہہ کر آپ نے کتاب لی اور فوراً گھر آئے اور لکھنا شروع کر دیا، لکھتے ہوئے جب نصف شب ہوئی تو آپ پر نیند کا غلبہ ہوا اور بے خبر سو گئے اس وقت حضرت امام صاحب الزمانؑ آئے اور آپ کے ہاتھ سے کتاب لے لی جب علامہ حلی صبح سویرے نیند سے بیدار ہوئے تو نہایت افسوس کرتے ہوئے کہنے لگے افسوس کے میں سو گیا، جبکہ مجھے کتاب لکھنا چاہئے تھی، اب کیا کروں اس لئے کہ آج صبح انہیں یہ کتاب

وہاں بھی کرنا ہے، افسوس کے ساتھ جیسے ہی جلدی سے کتاب کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ لکھیں تو آپ نے دیکھا کہ کتاب لکھی ہوئی ہے۔[۱]

۱۔ نجم الثاقب، ص: ۳۵۲

قتل سے نجات

مستنصر جو اپنے زمانہ کا بادشاہ تھا وہ جناب ابو بغل کاتب کو قتل کرنا چاہتا تھا، لہٰذا وہ ان کی تلاش میں تھا اور اس نے ان کی تلاش میں کچھ جاسوس چھوڑ رکھے تھے، مگر ابو بغل کاتب بغداد کے ایک محلّہ میں چھپے ہوئے تھے جس کی کسی کو خبر نہیں تھی، خود ابو بغل بیان کرتے ہیں:

ایک شب جمعہ میرا دل بہت تنگ ہوا، میں نے سوچا کہ یہاں سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے کاظمین چلوں، بالآخر میں نے مصمم ارادہ کیا اور بغداد سے مخفیانہ طور پر کاظمین کی طرف روانہ ہو گیا اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حرم مطہر میں پہنچا، چونکہ اس وقت کافی تیز بارش ہوئی تھی لہٰذا ہر گلی کوچہ میں کیچڑ نظر آ رہی تھی جس کی وجہ سے لوگ گھروں سے کم نکل رہے تھے اور یہی وجہ تھی کہ حرم میں بھی بہت کم لوگ نظر آ رہے تھے، میں حرم میں تھا، رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا،

پس خادم حرم کا دروازہ بند کرنے کے لئے آیا اور جو لوگ اندر تھے انہیں باہر نکالنے لگا پھر ٹہلتا ہوا چند لمحوں میں میرے پاس پہنچا اور کہنے لگا:

جناب باہر نکلئے، مجھے دروازہ بند کرنا ہے۔

میں نے عرض کیا: بھائی! آپ کا بڑا احسان ہوگا، آپ اس شب مجھے یہیں حرم میں رہنے دیجئے، ایک عظیم مصیبت میں مبتلا ہوں چاہتا ہوں کہ شب کی تنہائی میں اپنے مولا و آقا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مناجات کروں تاکہ وہ میری مشکل آسان فرمادیں، ہوسکتا ہے خدائے مہربان آنجناب کے وسیلہ سے مجھے اس مصیبت سے نجات دے دے، وہ راضی نہیں ہوا اور اصرار کرنے لگا کہ جلدی حرم سے باہر نکلو تاکہ میں دروازہ بند کروں کیوں کہ کسی کو بھی اندر رہنے کی اجازت نہیں ہے، مگر میں بھی باہر نہیں نکلا اور اس کی خوشامد کرتے ہوئے انکار کرتا رہا اور میں نے اس سے کہا کہ آپ بے فکر ہوکر باہر سے تالا لگا کر چلے جایئے میں اندر ہی رہوں گا اور جب آپ صبح کو دروازہ کھولیں گے تو نکل جاؤں گا، آخر کار جب اس نے محسوس کیا کہ واقعاً یہ شخص کسی عظیم مصیبت میں مبتلا ہے اور امامؑ سے توسل کرنا چاہتا ہے تو اس نے مجھے اندر رہنے کی اجازت دے دی اور خود ایک کمرے میں جا کر سو گیا، میں ضریح اقدس کے پاس پہنچا اور ضریح پکڑ کر دردِ دل بیان کرنے لگا یہاں تک کہ مجھے راز و نیاز کرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ ہوا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت جوان ضریح

مقدس کے سرہانے سے آیا اور اس نے مجھ سے کہا:

اے ابو بغل کاتب! کیسے ہو؟

میں نے عرض کیا: جناب! ایک مشکل میں مبتلا ہوں لہٰذا مولا و آقا سے توسل کیا ہے۔

فرمایا: آخر تم اپنے امام زمانہ علیہ السلام سے توسل کیوں نہیں کرتے، پھر انہوں نے مجھے امام علیہ السلام سے توسل کرنے کے لئے دو رکعت نماز کی تعلیم فرمائی اور پھر ضریح کے سرہانے کی طرف چلے گئے۔

میں نے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی، جب نماز سے فارغ ہوا تو اچانک میرے ذہن میں آیا کہ پاسبان نے دروازہ بند کیا تھا یہ جوان کس طرح اندر داخل ہو گیا، یہ سوچتے ہوئے میں اٹھ کر گھومتا ہوا حرم کے صحن میں گیا مگر وہاں اصلاً کوئی شخص دکھائی نہیں دیا، آخر کار میں خادم کے دروازہ پر پہنچا،، جس کے پاس چابی تھی،، اور دق الباب کیا، وہ نیند سے بیدار ہوا اور اس نے کہا کون ہے؟

میں نے عرض کیا: میں ہوں ابو بغل کاتب، کیا آپ نے کسی شخص کے لئے دروازہ کھولا تھا؟

اس نے کہا: نہیں، میں نے کسی کے لئے دروازہ نہیں کھولا۔

آخر ابھی کچھ دیر پہلے میں نے ایک جوان کو اندر دیکھا ہے لیکن نہیں،

معلوم وہ اب کہاں چلا گیا۔

انہوں نے کہا: آخر تم کس جوان کی بات کر رہے ہو؟

جناب! اس وضع قطع کا ایک جوان ابھی میں نے یہاں دیکھا ہے لیکن نہیں معلوم وہ اچانک سے کہاں غائب ہو گیا۔

انہوں نے کہا: یہ جوان اکثر شبوں میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ وحضرت جوادالائمہؑ کی زیارت کے لئے یہاں آتے ہیں۔

آخر یہ جوان کون ہیں؟

یہ ہمارے مولا وآقا فرزند حضرت زہراؑ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں وہ جناب شیعوں کی فریاد رسی اور ہر ایک کی مشکل کو آسان کرتے ہیں، تم خوش نصیب ہو کہ مولا وآقا سے تمہاری ملاقات ہوگئی اور آنجنابؑ نے تمہیں نماز کی تعلیم دی اور یہ خدائے تعالیٰ نے تم پر خاص لطف وکرم کیا ہے۔

ابو بغل کاتب کہتے ہیں: یہ سن کر میں سپیدی صبح کے نمودار ہونے سے پہلے پہلے وہاں سے بغداد کی طرف روانہ ہو گیا اور پھر اپنے مخفیہ ٹھکانے میں جا کر چھپ گیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور ہر طرف روشنی پھیل گئی، دن نکلے ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ میرے کچھ خاص دوستوں نے آکر مجھے خبر دی کہ بادشاہ کی طرف سے کچھ افراد تمہیں تلاش کرتے کرتے اس محلہ ,,کرخ،، میں پہنچ چکے ہیں اور ہر گھر کی تلاشی لے رہے ہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ یہاں

سے فرار کر جاؤ ورنہ جان کو خطرہ ہے۔

میں سوچنے لگا کیوں کہ رات میں یہاں سے نکلا تھا لہذا کسی نے مجھے دیکھ لیا ہے، اے کاش میں رات باہر نہ نکلتا، اگر میں گرفتار کر لیا گیا تو بلا شک وشبہ وہ مجھے قتل کر دے گا اب مجھے کچھ تدبیر کرنا چاہئے، اسی طرح کے خیالات مجھ پر حکمراں تھے کہ اچانک بادشاہ کے سپاہی اس گھر تک پہنچ گئے جس میں میں چھپا ہوا تھا، وہ تلاش کرتے کرتے مجھ تک پہنچے اور فوراً مجھے گرفتار کر لیا اور مجھے بادشاہ کے دربار میں لے گئے، اس وقت مجھے پورا یقین تھا کہ اب میں قتل کر دیا جاؤں گا، لیکن خلاف توقع میں نے یہ دیکھا کہ جیسے ہی میں ان کے سامنے پہنچا تو وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ مجھے پہلو میں بیٹھایا اور کہا:

اے ابو بغل کاتب۔

میں نے دبے لہجے میں عرض کیا: جی حضور۔

ہم نے تمہارا کیا برا کیا ہے کہ تم نے امام زمانہ علیہ السلام سے ہماری شکایت کی، پس اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا۔[۱]

۱۔ نجم الثاقب، باب: ۷، ۲۶۲ و ۳۶۸

نصرت امام زمانہ علیہ السلام

شیخ مصباح زادہ کہتے ہیں:

مسجد اس قدر لوگوں سے بھری ہوئی تھی کہ پیر رکھنے کی جگہ نہ تھی، ، شخص نماز ودعا وزیارت وغیرہ میں مشغول تھا اور ایک وہابی عالم تقریر کرر ہا تھا جو شیعوں بالخصوص ایرانیوں کے خلاف بول رہا تھا، وہ اپنی تقریر میں علی الاعلان کہہ رہا تھا کہ ایرانی شیعہ مشرک اور راہ حق سے منحرف ہیں، یہ فقط ضریح پیغمبرؐ جو چاندی سے بنی ہوئی ہے اس کا احترام کرتے ہیں اور اسے چومتے ہیں حالانکہ خدائے تبارک وتعالی پیغمبر اسلامؐ کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے: ,,آپ اور وہ مردہ ہیں ،، لہٰذا اس آیت کی روشنی میں واضح وآشکار ہو جاتا ہے کہ مردہ سے توسل کرنا شرک ہے، وہ اس طرح سے نامناسب جسارت آمیز گفتگو کررہا تھ

جس سے لوگ دھیرے دھیرے شیعہ حضرات سے متنفر ہو رہے تھے، اسی دوران ایک اسّی (۸۰) سال کا ضعیف شخص جس کے سر پر سفید عمامہ تھا اس نے آگے بڑھ کر کہا:

اے استاد اگر اجازت ہو ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟

جواب دیا: کیجئے۔

کیا پیغمبر اکرمؐ نے حدیث شریف میں نہیں فرمایا: جس وقت جناب آدم پانی اور مٹّی کے درمیان تھے، میں اس وقت بھی نبی تھا، وہ چاہتے تھے کہ تمہید باندھ کر اس کے ان لغو اعتراضات کا جواب دیں، لیکن ان بیچارے کو بولنے کا موقع نہ دیا، وہ ذاکر منبر سے نیچے اترا اور اس ضعیف شخص کا ہاتھ پکڑ کر مجمع کے سامنے کر کے کہنے لگا: آپ سب لوگوں نے سنا اس شخص نے کیا بات کہی ہے؟ پس جو کچھ اس نے کہا تھا لوگوں نے اس کی تصدیق کی، اس کے بعد ذاکر نے کہا:

آپ سب لوگ قاضی کے پاس چل کر گواہی دیجئے تاکہ اس پر حد شرعی جاری کی جائے۔

یہ سن کر کچھ مامورین اور پلیس کے آدمی آئے اور اس ضعیف مرد کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے مغربی دروازہ کی طرف لے کے جانے لگے، نیز سب لوگ ان کے ساتھ ہو گئے، لوگوں کی جمعیت جو دروازہ کا رخ کئے ہوئے تھی اسے

بٹھنے کے بعد اصلاً یہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس بھیڑ میں کوئی شخص باہر سے اندر بھی آ سکتا ہے کیوں کہ ہر ایک شخص باہر کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ خلاف توقع ایک شخص جس کے سر پر سیاہ عمامہ اور داہنے رخسار پر سیاہ تل کا نشان تھا بعینہ اسی دروازہ سے بآسانی اندر داخل ہو گیا اور ان ضعیف مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ان لوگوں کے درمیان سے ایک طرف لے گیا اور ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: جائیے اپنا کام کیجئے، یہ سن کر وہ مولانا چلے گئے، البتہ میرا صد در صد ارادہ تھا کہ اس شخص سے ملاقات کروں لہٰذا میں ان کی تلاش میں آگے بڑھا مگر میں نے لاکھ سعی وکوشش کی اور ہر جگہ انہیں دیکھا مگر نظر نہیں آئے، ناامید ہو کر میں اس شخص کے پاس پہنچا جس کے پاس زائرین کی جوتیاں جمع ہوتی تھیں اور اس سے پوچھا:

کیا اس وضع وقطع کا کوئی آدمی تم نے حرم سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے؟!

اس نے جواب دیا: نہیں میں نے اس طرح کا کوئی آدمی نہیں دیکھا، اس کے بعد میں باہر نکل کر سڑک کی طرف گیا اور وہاں بھی ہر طرف دیکھا مگر وہ نظر نہیں آئے، بالآخر پھر ناامید ہو کر میں واپس مسجد میں آیا، لوگوں کا ہجوم برپا تھا مگر ہر ایک ہیبت زدہ نظر آ رہا تھا، دوسرے دن میں نے ان مولانا کو مسجد نبیؐ کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ لوگوں سے امور حج بیان کر رہے ہیں

میں ان کے نزدیک پہنچا اور کہا:

استاد میں چاہتا ہوں کہ آپ کو حمد و سورہ پڑھ کر سناؤں اگر کوئی کمی ہو تو اصلاح فرما دیجئے۔

انہوں نے کہا: پڑھئے۔

پس میں نے حمد و سورہ پڑھا۔

انہوں نے سن کر کہا: بہتر ہے۔

میں نے کہا: کیا آپ وہی شخص نہیں ہیں جنہوں نے کل فلاں وہابی ذاکر کے سامنے حدیث پیغمبرؐ پڑھی اور وہ چاہتا تھا کہ آپ کو قاضی کے سامنے پیش کرے؟

جواب دیا: ہاں میں وہی شخص ہوں۔

میں نے کہا: برائے کرم آپ بیان فرمائیں کہ وہ صاحب جنہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر ان لوگوں سے نجات دی کون تھے؟ مولانا نے دبے لہجہ میں کہا: اے شیخ "اطفأ السراج طلع الشمس"، یعنی چراغ کو خاموش کیجئے سورج طلوع ہو گیا یہ جملہ کہہ کر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔[1]

---

[1] ملاقات با امام عصر ص ۲۶۴

امام زمانہؑ اور پیاسا مسافر

جناب امیر اسحاق استرابادی علامہ مجلسی کے پدر محترم سے بیان کرتے ہیں:

میں ایک بار چند حاجیوں کے ساتھ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، چلتے چلتے ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے مکہ تک پہنچنے میں صرف سات منزل کا فاصلہ تھا، اتفاق سے میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا، آخر کار قافلہ دکھائی دینا بند ہو گیا اور میں بیابان میں ادھر ادھر دوڑنے لگا یہاں تک کہ مجھے پیاس لگنے لگی مگر وہاں دور دراز تک پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا، مجھ پر پیاس کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہونٹ خشک ہو گئے اور چند قدم چلنے کی قوت و توانائی نہیں رہی اور میں زندگی سے ناامید ہو کر ایک طرف

بیٹھ گیا۔

جب کوئی چارہ نظرنہیں آیا تو میں نے مجبور ہوکر آواز استغاثہ ,,یا ابا صالح رحمك الله ادركنى واغثنى،، بلند کی، میں اپنے آقا اور مولا کو پکار ہی رہا تھا کہ اچانک بیابان جنگل میں ایک شخص دکھائی دیا جو بہت تیزی سے میری طرف آرہا تھا، وہ چند لمحوں میں میرے پاس پہنچ گیا، وہ میرے قریب پہنچا ہی تھا کہ میں نے سلام کیا، انہوں نے بڑے نرم ونازک اور میٹھے لہجہ میں جواب سلام دیا اور کہنے لگے:

کیا تم پیاسے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں بہت شدید پیاس لگی ہے، انہوں نے فوراً مجھے پانی سے بھرا پیالہ دے کر کہا:

یہ پانی پی لیجئے۔

پانی دیکھ کر میں بہت خوش ہوا اور پانی پی کر میری جان میں جان آئی اور میں نے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

انہوں نے فرمایا: کیا تم اپنے قافلہ تک پہنچنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

فرمایا: آیئے میرے مرکب پر سوار ہو جایئے۔

میں فوراً ان کے اونٹ پر سوار ہو گیا، پھر ہم مکہ کی طرف روانہ ہو گئے،

عموماً میری عادت تھی کہ میں ہر روز حرز یمانی پڑھتا تھا پس جب میں نے ذرا آرام محسوس کیا تو حرز یمانی پڑھنا شروع کر دی، انہوں نے کئی جگہ میری اصلاح فرمائی، جب بھی میں غلط پڑھتا تھا وہ فوراً کہہ دیتے تھے یہ غلط ہے، اس طرح پڑھو، ہمیں چلتے چلتے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ انہوں نے کہا:

دیکھو ہم کہاں پہنچ گئے ہیں، کیا تم اس جگہ کو پہچانتے ہو؟

جب میں نے اطراف میں بغور دیکھا تو پتہ چلا کہ ہم مقام ''ابطح''، یعنی شہر مکہ سے باہر ہیں۔

میں نے عرض کیا: ہم مکہ کے قریب مقام ابطح میں پہنچ گئے ہیں۔

انہوں نے کہا: اتر جائیے۔

میں فوراً اتر گیا مگر اترنے کے بعد جیسے ہی سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا وہ موجود نہیں تھے، اطراف میں تا حد نظر دیکھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئے اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ آنجناب حضرت امام زمانہ علیہ السلام تھے مگر افسوس کہ میں اتنی دیر آنجنابؑ کے ساتھ رہا مگر پہچان نہ سکا۔

۱۔ نجم الثاقب، ص: ۴۷۷

دوبار ملاقات

مرحوم آیۃ اللہ شیخ محمد تقی بافقی بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ میں نے ارادہ کیا کہ نجف اشرف سے پیادہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد مقدس جاؤں، سردی کا زمانہ تھا اور میں مشہد مقدس کی طرف روانہ ہو گیا، یہاں تک کہ اس طولانی سفر کو طے کرتے ہوئے ایران پہنچا، برف راستوں اور پہاڑوں پر بہت زیادہ پڑی ہوئی تھی اور بے پناہ سردی پڑ رہی تھی، ایک دن غروب آفتاب کے وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور آسمان سے برف پڑ رہی تھی، میں ایک چائے کی دکان پر پہنچا اور موسم کو زیادہ ٹھنڈا دیکھ کر میں نے سوچا کہ بہتر ہے شب یہیں پر گزار دوں پھر صبح سویرے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤں، یہ سوچ کر میں چائے کی دکان پر پہنچا، وہاں میں نے دیکھا کہ چند لوگ لہو و لعب اور قمار بازی

...یں ...مشغول ہیں، انہیں دیکھ کر مجھے بڑی تکلیف ہوئی اور میں نے دل ہی دل میں کہا:

خدایا! میں کیا کروں، ان لوگوں کو نہی از منکر کرنا بھی مناسب نہیں لگتا اور ان کے ساتھ شب گزارنا بھی بڑا دشوار ہے اور باہر بڑی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے لہٰذا باہر رہنا بھی بڑا مشکل ہے، میں چائے کی دکان پر باہر کھڑا ہوا تھا اور اس طرح کے خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے، دھیرے دھیرے ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا اور میں اسی طرح کشمکش میں مبتلا تھا کہ اچانک ایک آواز سنائی دی:

محمد صاحب ادھر آجایئے۔

یہ سن کر میں اس آواز کی طرف چل دیا، ابھی چند قدم ہی چل پایا تھا کہ میں نے دیکھا ایک شخص جن کے چہرے سے نور ساطع ہے، ایک ہرے بھرے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے مجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں، میں ان کے قریب گیا، بعد سلام انہوں نے فرمایا:

محمد تقی وہ جگہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔

پس جب میں اس درخت کے نیچے پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ہلکی ہلکی ہوا چل رہی ہے جبکہ درخت سے ہٹ کر بے پناہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور اس ...خت کے نیچے اطمینان کے ساتھ آرام کیا جا سکتا ہے، عجیب وغریب بات تو...

کہ درخت کے نیچے والی زمین خشک تھی اور اس پر ٹھنڈک کا احساس نہیں ہو رہا تھا، حالانکہ درخت کے باہر اطراف میں خوب برف پڑی ہوئی تھی اور ناقابل برداشت سردی تھی، مختصر یہ کہ وہ شب میں نے حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے پاس گزاری اور جتنا ہو سکا آنخضرت سے استفادہ کیا یہاں تک صبح نمودار ہوگئی اور آنحضرت کی قیادت میں میں نے نماز ادا کی، جب صبح کی سپیدی ہر طرف پھیل گئی تو آنحضرت نے فرمایا: اب دن نکل آیا میں چلتا ہوں۔

مولا! آپ اجازت مرحمت فرمائیں میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا۔

میں نے کہا: اب اس کے بعد کس طرح آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوسکتا ہے؟

میں اس سفر میں تم سے دو بار ملاقات کروں گا، پہلی بار ''قم'' میں اور دوسری بار ''سبزوار'' کے آس پاس، آنجناب نے اتنا ہی کہا تھا کہ اب جیسے ہی میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو وہ موجود نہ تھے، میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت و ملاقات کے شوق میں تیزی سے چلتا ہوا چند روز بعد ''قم'' پہنچا، حضرت معصومہؑ اور آنجنابؑ کے دیدار و ملاقات کے شوق میں تین دن وہاں رہا مگر آنجنابؑ کی زیارت سے مشرف نہ ہوا، یہ دیکھ کر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی

... ربار سوچتا رہا کہ آنجناب نے فرمایا تھا: قم میں ملاقات ہوگی، مگر نہیں ہوئی بالآخر وہاں سے ناامید ہو کر سبزوار کی طرف روانہ ہو گیا اور ایک مہینہ کے قریب وہ طولانی مسافت طے کر کے شہر سبزوار پہنچا، میں نے دل ہی دل میں کہا:

آخر کس وجہ سے خلاف توقع بات واقع ہوئی ، آنجنابؑ صادق الوعد ہیں، انہوں نے ''قم'' کے لئے کہا تھا مگر وہاں بھی ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوا اور یہ شہر سبزوار ہے لیکن یہاں بھی آنجناب کی زیارت نصیب نہیں ہوئی، اسی طرح کے خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے کہ اچانک میں نے محسوس کیا جیسے کوئی گھوڑ سوار میری طرف آرہا ہے پس جیسے ہی مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آنجناب ہیں اور میری طرف آرہے ہیں، جب قریب ہوئے تو آنجنابؑ نے سلام کیا اور میں نے جواب سلام کے بعد ان کا بڑا ادب واحترام کیا، اس وقت میں نے عرض کیا۔

مولا! آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ شہر ''قم'' میں ملاقات ہوگی مگر وہاں آپ کے دیدار کی سعادت حاصل نہ ہوئی؟

فرمایا: محمد! میں فلاں وقت اور فلاں شب تمہارے پاس آیا تھا تم اس وقت پھوپی حضرت معصومہ کے حرم سے باہر نکلے تھے کہ ا...

تہرانی عورت نے تم سے سوال کیا اور تم نے سر جھکائے اس کا جواب دیا۔ میں اس وقت تمہارے پاس کھڑا ہوا تھا مگر تم متوجہ نہیں ہوئے۔[۱]

۱۔ ملاقات با امام زمانؑ ج ۱ ص ١٦٦

مجلس عزا

جناب مقدس اردبیلیؒ بیان کرتے ہیں:

میں چند طلاب کے ساتھ پیدل کربلا کی طرف روانہ ہوا اور ہمارے ساتھ ایک بہت ہی نیک و مقدس طالب علم تھا، اس نے راستہ میں مجلس بھی پڑھی، جب ہم کربلا زیارت اربعین کے لئے پہنچے تو وہاں اس قدر زیادہ بھیڑ تھی کہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں تھی، اس کثیر جمعیت کو دیکھ کر ہم نے سوچا کہ ہم حرم میں داخل نہیں ہو سکتے، میں نے ایک طالب علم سے کہا: بہتر ہے کہ ہم سب ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر زیارت پڑھ لیتے ہیں تاکہ دوسروں کے لئے سد راہ نہ بنیں، پس ہم ایک کنارے کھڑے ہو گئے اور میں نے طلاب کے لئے زیارت اربعین پڑھنے کا ارادہ کیا مگر شروع کرنے سے پہلے میں نے پوچھا:

جس نے سفر میں کئی بار مجلس پڑھی وہ کہاں ہے؟

مولانا! نہیں معلوم وہ اس بھیڑ میں کہیں گم ہو گئے۔

میں زیارت پڑھنا شروع کرنے ہی والا تھا کہ میں نے دیکھا ایک عرب سیّد لوگوں کو ایک کنارے کرتے ہوئے ہماری طرف آرہے ہیں، قریب پہنچ کر انہوں نے مجھ سے کہا:

جناب اردبیلی! کیا ارادہ ہے؟

میں نے عرض کیا: جناب عالی زیارت اربعین پڑھنے کا ارادہ ہے۔

فرمایا: ذرا بلند آواز میں پڑھئے تاکہ میں بھی سن لوں۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے، یہ کہہ کر میں نے زیارت اربعین پڑھنا شروع کی جب میں زیارت پڑھ کر فارغ ہوا تو میں نے پھر اس طالب علم کے بارے میں پوچھا کہ جس نے راستہ میں مجلس پڑھی تھی؟

جواب ملا: جناب وہ ابھی تک نہیں آئے۔

یہ سن کر اس عرب جوان نے مجھ سے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: حضور ایک طالب علم تھا، اس نے راستہ میں مجلس بھی پڑھی لیکن پتہ نہیں اب کہاں غائب ہو گیا۔

کہا: اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے مجلس پڑھ دیتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: بہتر ہے۔

جوان عرب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی طرف رخ کر کے فقط چند جملے اپنی زبان سے ادا کئے جنہیں سن کر ہماری آواز گریہ بلند

دیں، روتے ہوئے جیسے ہی سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو وہ وہاں موجود نہیں تھے، چاروں طرف انہیں دیکھا مگر کہیں نظر نہیں آئے، اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ آنحضرت امام زمانہؑ تھے مگر افسوس کہ اس وقت میں انہیں پہچان نہ سکا۔

ملاقات کیسے ہوسکتی ہے

ایک شخص امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت کا بڑا متمنی تھا، اس نے آنحضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہونے کی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا کافی اعمال وغیرہ کئے نجف اشرف کے حوزۂ علمیہ میں طلاب کے درمیان مشہور تھا کہ اگر کوئی شخص چالیس شب مسجد سہلہ میں گزارے تو اسے امام زمانہ علیہ السلام کا دیدار ہوجائے گا لہٰذا اس نے یہ عمل بھی انجام دیا تا کہ اپنے محبوب ومطلوب امام وقت کی زیارت کا شرف حاصل ہوجائے۔

کافی عرصہ تک اسی طرح کوشش کرتا رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے کچھ علوم وحروف واعداد کے ذریعہ توسل کیا اور ایک چلّہ باندھ کر بیٹھ گیا اور اعمال انجام دیئے مگر پھر بھی دیدار کی سعادت نصیب نہ ہوئی، البتہ اس دوران شبوں میں جاگتے ہوئے اور سحر کے وقت دعاؤں کے بیچ اس نے

چیزوں کا مشاہدہ کیا۔

ایک دن اس سے کہا گیا: ,,تمہارے لئے امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت کرنا ممکن نہیں ہے،، ہاں اگر فلاں شہر سفر کرو تو ممکن ہے۔

وہ شخص دیدار مولا کے اشتیاق میں زحمت و مشقت اٹھاتا ہوا اس شہر میں پہنچا اور وہاں پر بھی چلہ باندھ کر اعمال شروع کر دیئے، جب اعمال کرتے کرتے اسے سینتیس یا اڑتیس دن ہو گئے تو اسے ایک آواز سنائی دی کہ اس وقت امام زمانہؑ فلاں بازار میں ایک ضعیف آدمی کے پاس جو تالے صحیح کرتا ہے تشریف فرما ہیں فوراً اٹھو اور جا کر اپنے مولا کی زیارت کا شرف حاصل کرو۔

وہ بڑے اشتیاق سے اٹھا اور بہت تیزی سے اس تالا فروش کی دکان پر پہنچا، پس جیسے ہی اس نے دیکھا کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام ایک ضعیف مرد کے پاس بیٹھے ہوئے محو گفتگو ہیں اور بڑے محبت بھرے لہجہ میں باتیں کر رہے ہیں تو آنحضرتؑ کو سلام کیا، آنحضرتؑ نے جواب سلام دیا اور اشارہ کیا کہ چپ رہنا، اس وقت اس نے دیکھا کہ ایک کمر خمیدہ ضعیف خاتون آئی اور اس نے کہا:

اگر ہو سکے تو خدا کے واسطے آپ اس تالے کو پندرہ (۱۵) دینار میں خرید لیجئے، مجھے اتنے پیسوں کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

ضعیف مرد نے تالا لیا اور اسے دیکھا کہ بے عیب اور بالکل صحیح و سالم

ہے پس اس نے کہا:

اے بہن! اس تالے کی قیمت تقریباً چالیس دینار ہے البتہ اس کی چابی کی قیمت دس دینار سے زیادہ نہیں ہے اگر آپ مجھے دس دینار دے دیں تو میں اس کی چابی بنا دیتا ہوں پھر اس کی قیمت پچاس دینار ہو جائے گی۔

ضعیف عورت نے کہا: نہیں مجھے اتنی ضرورت نہیں ہے، آپ مجھے صرف اتنی ہی مقدار میں رقم دے دیجئے، میں آپ کے لئے دعائے خیر کروں گی۔

ضعیف مرد نے سادے انداز میں کہا: اے بہن! تم بھی مسلمان ہو اور میں بھی مسلمان ہوں، آخر یہ کس طرح جائز و مناسب ہے کہ میں ایک مسلمان کے مال کو سستا خرید لوں اور اس طرح دوسرے کے حق کو ضایع کروں؟ اس وقت بازار میں اس تالے کی قیمت چالیس (۴۰) دینار ہے، اب اگر میں چاہوں کے اس سے منفعت حاصل کروں تو تم سے پینتیس (۳۵) دینار میں خرید لیتا ہوں، کیوں کہ اس سے زیادہ منفعت لینا سراسر بے انصافی ہے اگر تم مجھے فروخت کرنا چاہتی ہو تو میں اسے پینتیس (۳۵) دینار میں خرید سکتا ہوں البتہ یہ پھر بتا رہا ہوں کہ اس کی بازار میں قیمت چالیس (۴۰) دینار ہے، اب چوں کہ میں خود ایک دکاندار ہوں لہٰذا مجھے بھی تھوڑا بہت منافعہ چاہئے لہٰذا تم سے پانچ دینار کم میں خرید سکتا ہوں۔

ضعیف عورت کو شاید یقین نہیں آیا کہ یہ شخص سچ کہہ رہا ہے لہٰذا کچھ پریشان سی ہوئی اور کہنے لگی: میں خود کہہ رہی ہوں کہ اس مقدار میں اس کی قیمت دینے پر کوئی راضی نہیں ہوا، میں نے کئی لوگوں سے بڑی خوشامد کی کہ پندرہ (۱۵) دینار میں مجھ سے اس تالے کو خرید لیجئے مگر کسی نے بھی قبول نہیں کیا اور دس (۱۰) دینار میں میری ضرورت پوری نہیں ہو رہی تھی کیوں کہ مجھے پندرہ (۱۵) دینار کی ضرورت تھی۔

بالآخر اس ضعیف مرد نے ۳۵ دینار اس عورت کو دیئے اور وہ تالا خرید لیا پس جیسے ہی وہ ضعیف عورت گئی فوراً امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

دیکھا تم نے؟ اس طرح کے بنو تو میں خود تمہارے پاس آوں گا، یہ چلہ باندھنے اور اعمال وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، پس نیک عمل کرتے رہو تاکہ میں تمہارا ساتھ دے سکوں، میں نے اس پورے شہر میں فقط اس ایک شخص کا انتخاب کیا ہے کیوں کہ یہ دیندار اور خدا کی معرفت رکھتا ہے اور یہ ایک امتحان تھا، یہ عورت بازار کے شروع سے لیکر آخر تک تمام لوگوں کے پاس گئی اور اس نے اپنی ضرورت کو بیان کیا پس جب لوگوں نے دیکھا کہ بہت ضرورت مند ہے تو سب اس فکر میں لگ گئے کہ جتنا ہو سکے سستا خرید لیں اور ایک آدمی بھی اس بیچاری کو پندرہ (۱۵) دینار تک دینے پر تیار نہ ہوا اور اس ضعیف مرد نے اسے پینتیس (۳۵) دینار میں خریدا، یقین جانو کہ ایک ہفتہ پورا نہیں ہو

پڑتا ہے کہ میں اس شخص کے پاس آجاتا ہوں اور اس سے دل جوئی و احوال پرس
کرتا ہوں۔[1]

۱۔ ملاقات با امام عصرؑ۔

باحجاب خاتون اور نصیحت امام زمانہؑ

مرحوم آیۃ اللہ سیّد محمد باقر سیستانی نے حضرت امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات کی غرض سے ایک مسجد میں چالیس شب جمعہ اعمال انجام دیئے چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں:

جب میں تقریباً اڑتیس یا انتالیس شب جمعہ شہر کی ایک مسجد میں اعمال انجام دے چکا تو اچانک میں نے نور کی شعائیں دیکھیں جو مسجد کے قریب والے گھر سے ساطع ہو رہی تھیں، یہ دیکھ کر ایک عجیب سی کیفیت مجھ پر طاری ہوگئی جس گھر سے نور ساطع ہو رہا تھا میں اس کی طرف روانہ ہوگیا، جب دروازہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی غریب کا چھوٹا سا گھر ہے جس سے نور ساطع ہو رہا ہے، پس میں نے دق الباب کیا، صاحب خانہ نے دروازہ کھولا، میں نے

دیھا کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام ایک کمرہ میں تشریف فرما ہیں اور آنخضرتؑ کے نزدیک ایک جنازہ رکھا ہوا ہے جس پر سفید کپڑا ڈال رکھا ہے۔

میں اندر داخل ہوا اور روتے ہوئے میں نے بڑے ادب واحترام سے سلام کیا۔

آنخضرتؑ نے فرمایا: آخر کس لئے تم اس طرح میری تلاش میں رہتے ہو اور اپنے آپ کو پریشان حال رکھتے ہو؟

اس کے بعد آنخضرتؑ نے اس جنازہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: خود کو اس کی طرح سنوار لو، میں خود تمہارے پاس آجایا کروں گا یہ وہ خاتون ہے جو بے پردگی کے زمانہ میں سالہا سال گھر سے باہر نہیں نکلی تاکہ کسی نامحرم کی نظر اس پر نہ پڑے۔[۱]

بیشک اسلام میں پردے کی بڑی اہمیت ہے، خوش قسمت ہیں وہ افراد جن سے وقت آخر امام زمانہ علیہ السلام ملاقات کے لئے آتے ہیں یہ بہت عظیم سعادت اور آخرت میں کامیابی کی علامت ہے پس ہماری خواتین کو چاہئے کہ وہ ہر وقت پردہ کا خیال رکھیں تاکہ خدا اور اس کا امامؑ ان سے راضی وخوش ہوں اور پھر امام زمانہ علیہ السلام خود ان کے پاس ملاقات کے لئے آئیں اور روز محشر ان کی شفاعت کریں۔[۱]

۱۔ شیفتگان حضرت مہدی، ج۳، ص:۱۵۸

پانچویں فصل

عنایت

- عطائے امام زمانہؑ
- عنایت امام زمانہؑ
- کمک امام زمانہؑ
- شرف ملاقات
- عطائے طعام
- ملاقات امام زمانہؑ
- شب ملاقات
- عطائے انگوٹھی
- مظلوم زمانہؑ

عطائے امام زمانہ علیہ السلام

جناب ملاّ زین العابدین سلمانی، سید بحر العلوم کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

جس زمانہ میں سید بحر العلومؒ مکہ معظّمہ میں رہتے تھے تو نہایت سادگی وقناعت پسندی کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔

ایک مرتبہ اتفاق سے گھر میں کچھ نہیں تھا، میں نے سید بحر العلوم سے کہا: سب کچھ ختم ہو گیا ہے اب کیا کیا جائے۔

یہ سن کر آپ چپ ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔

بحر العلوم صاحب کا معمول تھا کہ آپ کعبہ کے اطراف کا طواف کر کے گھر آیا کرتے تھے اور پھر اپنے ایک مخصوص کمرے میں چلے جاتے تھے اور میں آپ کے لئے حقہ بھر کر لایا کرتا تھا، آپ کمرے میں بیٹھ کر حقہ پیتے اور

کے بعد دوسرے کمرے میں چلے جاتے وہاں پر مختلف مذاہب کے شاگرد آتے اور آپ انہیں ان کے مذاہب کے مطابق درس پڑھاتے تھے، جس دن میں نے ان سے پیسے ختم ہونے کا تذکرہ کیا تو وہ حسب معمول طواف کر کے آئے اور اپنے مخصوص کمرہ میں پہنچ گئے اور میں نے بھی ہمیشہ کی طرح حقہ حاضر کر دیا لیکن ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اچانک کسی نے دق الباب کیا، آواز سن کر سید ذرا پریشان سے ہو گئے اور فوراً مجھ سے کہا جلدی حقہ یہاں سے لے جاؤ یہ کہہ کر خود اٹھے اور جا کر دروازہ کھولا، ایک شخص جس کا چہرہ بہت نورانی تھا، کمرے میں داخل ہوا اور ایک طرف بیٹھ گیا، سیّد صاحب بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ان کے روبرو بیٹھ گئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں حقہ لیکر نہ آؤں، کچھ دیر ان دونوں میں گفتگو ہوئی اور پھر وہ صاحب جانے کے لئے اٹھے سیّد صاحب نے پھر دوبارہ آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ان صاحب کے ہاتھ کا بوسہ دیا اور ان بزرگوار کو اونٹ پر جو گھر کے قریب بیٹھا ہوا تھا سوار کر دیا، آنجناب رخصت ہو کر چلے گئے پھر سیّد واپس آئے، آپ کے چہرے سے ہوائیاں اڑ رہی تھیں مجھے ایک نوشتہ (چیک) دیا اور کہا یہ نوشتہ فلاں سنار کے لئے ہے جو کوہ صفا کے قریب رہتا ہے، تم اسے لے کر اس کے پاس جاؤ اور اس میں جو پیسے وغیرہ لکھے ہوئے ہیں انہیں لے آؤ۔

میں نوشتہ لے کر اس شخص کے پاس گیا، جب اس نے نوشتہ کو دیکھا تو

پہلے اسے چوما اور پھر مجھ سے کہا: جا کر چند مزدوروں کو لے آیئے، پس میں گیا اور چار مزدوروں کو لے آیا، سنار نے اتنی مقدار میں فرانس کی کرینسی حاضر کر دی جسے چار آدمی اٹھا کر لے جا سکیں، مزدور اسے اٹھا کر گھر لے آئے، میں یہ سوچنے لگا کہ آخر کس نے یہ نوشتہ دیا تھا جس کے ذریعہ ہمیں اتنا زیادہ مال مل گیا اسی طرح کے خیالات میں کئی روز گزر گئے، آخر کار میں ایک دن اس دکاندار کی طرف چل دیا تاکہ اس سے معلوم کروں کہ یہ نوشتہ کس نے دیا تھا، لیکن جب میں اس مقام پر پہنچا تو دیکھ کر دنگ رہ گیا کیونکہ وہاں نہ کوئی دکان تھی اور نہ سنار، وہاں ایک شخص تھا میں نے اس سے پوچھا: جناب! یہاں پر اس وضع قطع کا ایک سنار رہتا تھا کیا آپ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟

جواب دیا: ہم نے اس طرح کا آج تک یہاں کوئی سنار نہیں دیکھا اور یہ دکان جو آپ بتا رہے ہیں فلاں آدمی کی ہے، تب اس وقت میرے ذہن میں آیا یہ خدائے تعالیٰ کی ایک خاص عطا تھی اور یقیناً وہ شخص حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں تھے۔[1]

اس واقعہ میں دو خاص چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ قناعت پسندی بہت اچھی چیز ہے انسان کو ہمیشہ خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کے بجائے فقط بارگاہ خدا ہی میں سوال کرنا چاہئے اور اس کی رحمت و نعمت اور عطا سے ہرگز مایوس نہیں ہونا

چاہئے، دوسرے یہ کہ حجت خدا امام زمانہ علیہ السلام جو ہماری ظاہری نظروں سے غائب ہیں، ہمیں معرفت کے ساتھ آنجناب کا محبّ ہونا چاہئے اور ہر مصیبت و پریشانی میں یاد خدا کے ساتھ ساتھ چاہے وہ اقتصادی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور اپنے امامؑ سے توسل کرنا چاہئے ، یقیناً اگر کوئی صاحب ایمان ضرورت مند ہے تو امام اس کی مدد کے لئے خود اس تک پہنچ جاتے ہیں، صرف شرط یہ ہے کہ انسان نیک عمل انجام دیتا ہو اور برائیوں سے پرہیز کرتا ہو گویا خدا کا متّقی و پرہیز گار بندہ ہو پس انسان اس مقام عبودیت پر پہنچ کر صدق دل سے جو سوال کرے گا ضرور پورا ہوگا اور یہ بھی یاد رہے کہ اس طرح کی عطا کا تعلق ایمان وعقیدہ کی پختگی سے ہوتا ہے۔

خدایا:

بحق محمّد وانت المحمود وبحق علی وانت الاعلیٰ وبحق فاطمة وانت فاطر السمٰوٰت والارض وبحق الحسن وانت المحسن وبحق الحسین وانت قدیم الاحسان .

ہمیں اپنے متقی و پرہیز گار اور صالح بندوں میں قرار دے اور معرفت کے ساتھ اپنی عبادت واطاعت اور امام سے محبت کی توفیق عطا فرما۔

۱۔ نجم الثاقب، ص ۶۱۵

عنایت امام زمانہؑ

علامہ سیّد کاظم قزوینی کہتے ہیں:

۱۳۹۲ھ ق کربلائے معلیٰ میں ایک آیۃ اللہ طلاب کو وظیفہ دیا کرتے تھے، ایک بار اتفاق یہ ہوا کہ وظیفہ تقسیم ہونے کا وقت نزدیک آپہنچا اور وظیفہ کم تھا لہٰذا تمام طلاب کو نہیں دیا جا سکتا تھا، وظیفے کے پورا ہونے میں ایک ہزار دینار کی کمی تھی، ذہن اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ اب کیا کیا جائے، ایک مرتبہ خیال آیا کہ کسی سے قرض لے لیا جائے، مگر یہ بھی ممکن نہ تھا کیوں کہ قرض وغیرہ کے لئے کچھ پگڑی (رہن) کے طور پر رکھنا پڑتا مگر ہمارے پاس کچھ نہیں تھا آخر کار میں نے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اس میں تحریر کیا: مولا! کمک کیجئے، اس عریضہ کو میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مقدس میں ڈال دیا۔

صبح سویرے ایک شخص گھر آیا اور ناشتہ کرنے کے بعد اس نے ایک ہزار دینار دے دیئے، یہ دیکھ کر ایک عجیب سی حالت مجھ پر طاری ہوئی اور میں نے دل ہی دل میں اپنے مولا و آقا حضرت امام زمانہ علیہ السلام سے عرض کیا: مولا کم از کم سورج تو طلوع ہونے دیتے۔

بالیقین امام زمانہ علیہ السلام اسی طرح اپنے چاہنے والوں کی مدد کرتے ہیں صرف ضرورت یہ ہے کہ انسان تہہ دل سے معرفت اور عقیدت کے ساتھ سوال کرے، انسان دنیا کے جس گوشہ میں ہو آپ وہیں اس کی مدد کریں گے۔[1]

۱۔ شیفتگان حضرت مہدی جلد ا صفحہ ۲۳۰

کمک امام زمانہؑ

مرجع عالی قدر عارف جلیل، فاضل کامل آیۃ اللہ العظمیٰ حجت (۱) دیگر مجتہدین کی طرح طلاب دین کو وظیفہ دیا کرتے تھے، ایک بار اتفاق یہ ہوا کہ مہینہ ختم ہو گیا اور دوسرے دن پہلی تاریخ تھی، لیکن طلاب کو وظیفہ دینے کے لئے نہیں تھا، پس یہ فکر لاحق ہوئی کہ اب کیا جائے، کیوں کہ صبح طلاب کرام آئیں گے اور وظیفہ کا سوال کریں گے، بالآخر آپ نے خادم سے کہا: میرا مرکب لے کر آؤ، مجھے مسجد جمکران جانا ہے (۱) خادم نے مرکب لاکر حاضر

آپ نے شہر قم میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو آج دنیائے علم میں صاحبان ایمان کے درمیان مدرسہ حجتیہ کے نام سے مشہور ہے، یقیناً اس مدرسہ میں بڑے بڑے علماء اعلام و مجتہدین عظام نے تعلیم حاصل کی ہے اور آج بھی اس میں یہ عظیم خدمت جاری ہے۔ ا

ا۔ مسجد جمکران شہر قم میں حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے حکم سے تعمیر ہوئی ہے اس میں ایک طولانی مدّت سے ایران میں رہنے والے افراد دور و دراز سے منگل کے روز جو کہ امام علیہ السلام سے منسوب ہے آتے ہیں اور یہ مسجد مقدس عام و خاص کی دعاؤں کے مستجاب ہونے کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

کر دیا، آپ سوار ہو کر مسجد جمکران کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر آپ نے امام سے منسوب نماز ادا کی اور پھر ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی: مولا و آقا یہ مدرسہ (میرا نہیں) آپ کا ہے اور یہ طلاب علوم آپ کے ہیں، میری عزّت و آبرو آپ سے ہے، میرے پاس کل تقسیم کرنے کے لئے وظیفہ کم ہے لہٰذا آپ مہربانی کر کے میری مدد کیجئے تا کہ کل وظیفہ تقسیم ہو سکے اور طلاب خالی ہاتھ نہ پلٹیں دعا تمام ہوئی اور آپ گھر کی طرف واپس چل دیئے، گھر پہنچے ہی تھے کہ خادم نے عرض کیا:

جناب! جیسے ہی آپ گھر سے نکلے ہیں فوراً دو آدمی آئے اور اندر بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ اندر داخل ہوئے اور سلام و احوال پرسی کے بعد انہوں نے آپ کو کچھ رقم دی اور پھر کچھ دیر بعد رخصت ہو کر واپس چلے گئے، جب آپ نے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رقم اس مہینہ کا پورا وظیفہ تھا۔[1]

---

[1] مسجد جمکران صفحہ ۴۰

شرف ملاقات

جناب شیخ حیدر علی کہتے ہیں:

میں امام زمانہؑ کی زیارت سے کئی بار مشرف ہوا مگر ہر بار آنجنابؑ کو پہچان نہ سکا، ایک بار ایسا ہوا کہ شہر اصفہان میں کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی اور تقریباً پچاس دن سورج کو نکلے ہوئے ہو گئے تھے، آسمان سے مسلسل برف پڑ رہی تھی اور اس قدر زیادہ ٹھنڈ پڑ رہی تھی کہ نہروں تک کا پانی جم گیا، اس وقت میں مدرسہ ,,باقریہ،، میں رہتا تھا اور میرا کمرہ نہر کے قریب تھا کمرے کے سامنے اس قدر برف جم گئی تھی کہ اسے دیکھ کر پہاڑ کا گمان ہوتا تھا، زیادہ برف پڑنے کی بنا پر راستے بند ہو چکے تھے اور ہر آدمی بالخصوص گاؤں وغیرہ میں رہنے والے طلاب بڑے پریشان تھے، اسی دوران میرے والد محترم بڑی زحمت

دمشق کے بعد میرے پاس پہنچے تا کہ مجھے وہاں سے اپنے پاس ,,سدہ،،ا لے جائیں کیوں کہ موسم اس قدر خراب ہو چکا تھا کہ وسائل زندگی مہیا نہیں تھے، اتفاق سے اس وقت بے انتہا ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور کثرت سے برف پڑنے لگی جس کی وجہ سے ہم سفر نہ کر سکے اور کوئلہ جو لوگ پہلے سے جمع نہیں کر سکے تھے ان کے لئے مہیا کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا اور مدرسہ کا خادم بھی شام ہوتے ہی مدرسہ کا دروازہ بند کر کے گھر چلا گیا تھا، مدرسہ میں فقط ایک طالب علم اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا، یہ سخت و ناسازگار حالات دیکھ کر والد بزرگوار مجھے ڈانٹنے دھمکانے لگے کہ آخر کیوں تم نے خود کو اس قدر مصیبت اور زحمت میں ڈال رکھا ہے، اب تو مدرسہ میں کوئی پڑھائی بھی نہیں ہو رہی ہے پھر کیوں یہاں رہتے ہو تم گھر کیوں نہیں آئے تا کہ ہمیں بھی اور تمہیں بھی اس سختی سے نجات مل جاتی، میں چپ چاپ سنتا رہا اور خدائے مہربان سے راز و نیاز کرتا رہا، سردی اس قدر زیادہ پڑ رہی تھی کہ نیند بھی نہیں آ رہی تھی یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی اور ہم سردی سے بے حال تھے کہ اچانک کسی نے دق الباب کیا، ہم نے کوئی توجہ نہیں دی، اس نے پھر دوبارہ زور سے دق الباب کیا، ہم بڑے پریشان سے ہوئے کہ کیا کیا جائے آخر سردی کے اس موسم میں کون ہے جو یہاں آیا ہے اگر میں دروازہ کھولنے جاؤں تو لحاف میں جو تھوڑی بہت گرمی سی ہے وہ بھی ختم

ا۔ ایران میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

ہو جائے گی، یہ سوچ کر میں نے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن اس بار انہوں نے اس قدر زور سے مدرسہ کے دروازہ کو ہلایا کہ پورا مدرسہ سا ہلنے لگا، یہ دیکھ کر میں مجبور و ناچار اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے کا دروازہ کھولا، اس وقت میں نے دیکھا کہ برف اس قدر زیادہ پڑ چکی ہے کہ چھوٹی دیوار بالکل نظر نہیں آرہی ہے، آخر کار بڑی زحمت و مشقت کے بعد مدرسہ کے دروازہ پر پہنچ کر میں نے کہا:

آپ کون ہیں؟ اس وقت رات میں یہاں کوئی نہیں ہے۔

انہوں نے میرا نام لے کر کہا: تم ہی سے ملنے آیا ہوں۔

اس وقت میرا بدن لرز رہا تھا، میں نے دل ہی دل میں کہا: خادم دروازہ بند کر کے گھر چلا گیا اور مجھ سے یہ بند دروازہ کھلے گا نہیں اب کیا کروں، میں اسی طرح خیالات میں گم تھا کہ اتنے میں آواز آئی: دروازہ کے اوپر والے سوراخ سے یہ چاقو لیجیے اور فلاں جگہ سے دروازہ کھولئے۔

یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کیوں کہ یہ ایک راز تھا جسے مدرسہ میں فقط دو تین آدمی ہی جانتے تھے، آخر کار میں نے چاقو لیا اور دروازہ کھولا، دیکھا کہ مدرسہ کے باہر روشنی ہے جب کہ اس شب کی تاریکی میں کوئی چراغ روشن نہیں تھا۔

میں نے دروازہ پر ایک شخص کو دیکھا جس کے سر پر ٹوپی اور آنکھوں پر عینک تھی وہ ریشمی سی چادر گردن میں ڈال کر سینہ پر لپیٹے ہوئے تھے اور قمیص ...

پہنے ہوئے تھے، جس کے اندر ریشم سی لگی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں دستانہ پہنے ہوئے تھے نیز اپنے پیروں میں بھی کوئی چیز پہن کر اسے مضبوطی سے باندھے ہوئے تھے، میں نے بڑے ادب واحترام سے انہیں سلام کیا، انہوں نے بھی بڑے نرم ونازک لہجہ میں جواب سلام دیا، میں سوچنے لگا کہ آخر یہ شخص میرا کون جاننے والا ہے جو میری اور مدرسہ کے اندر کی باتیں بھی بخوبی جانتا ہے؟!

اس وقت انہوں نے کچھ پیسے دیئے اور چاقو لے کر کہا: کل تمہارے لئے کوئلہ لے کر آوں گا البتہ تمہارا اعتقاد اس سے زیادہ ہونا چاہئے اپنے والد صاحب سے کہئے کہ وہ اس طرح کی باتیں نہ کریں کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔

یہ سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی، میں نے کہا: آپ اندر تشریف لائیے والد صاحب کی بھی اس میں کوئی تقصیر نہیں ہے کیوں کہ ایسی شدید سردی کے موسم میں گرم کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ چراغ کا تیل بھی ختم ہو چکا ہے۔

فرمایا: وہ چراغ جو کمرہ میں صندوق کے اوپر رکھا ہوا ہے اسے روشن کرو۔

میں نے عرض کیا: یہ پیسے کیسے ہیں؟

فرمایا: یہ تمہارے لئے ہیں، انہیں خرچ کیجئے، ہمارے درمیان باتیں ابھی ہو رہی تھیں کہ میں نے محسوس کیا یہ جلدی میں ہیں لیکن عجیب اتفاق کی بات

یہ ہے کہ جس وقت میں ان سے باتیں کر رہا تھا اس وقت مجھے سردی کا احساس نہیں ہو رہا تھا بالآخر وہ رخصت ہو کر جانے لگے، دروازہ بند کرتے وقت ایک دم میرے ذہن میں آیا کہ میں نے ان کا نام تو پوچھا ہی نہیں لہٰذا نام معلوم کرنے کی غرض سے جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ روشنی جو دکھائی دے رہی تھی اس کا اصلاً نام و نشان نہیں ہے اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے پس میں فوراً ان کے قدموں کے نشان دیکھنے لگا، میں نے کافی سعی و کوشش کی مگر قدموں کے نشان کہیں نظر نہیں آئے، میں کافی حیران و پریشان تھا کہ آخر یہ شخص کون تھے اور کس طرح میری اور مدرسہ کی اندرونی باتوں سے واقف تھے اور ان کے قدموں کے نشان بھی نظر نہیں آرہے ہیں، جب مجھے کچھ دیر ہوئی تو والد صاحب نے گھبرائے ہوئے سے لہجہ میں آواز دی: کوئی بھی ہو تم فوراً اندر چلے آؤ، پس جب میں ان کی طرف سے بالکل ناامید ہو گیا کہ اب وہ نہیں ملیں گے تو میں نے دروازہ بند کیا اور کمرے میں آیا، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ والد صاحب پہلے سے زیادہ غصہ میں ہیں، کہنے لگے:

اس وقت شدید سردی میں کس سے باتیں کر رہے تھے؟

میں نے کہا: ابا جان! ذرا رکئے ابھی بتاتا ہوں یہ کہہ کر میں نے اس شمع کو جسے دو سال پہلے اس کمرہ میں رکھ کر بھول چکا تھا اٹھا کر روشن کیا اور پھر پورا ماجرا والد بزرگوار سے بیان کیا، اس وقت مجھ پر ایک ایسی عجیب سی کیفیت

طاری ہوئی کہ اس کا بیان کرنا ممکن نہیں اور اس وقت بھی مجھے سردی کا بالکل احساس نہیں ہو رہا تھا اور میں نے اس طرح جاگ کر پوری شب گزار دی نیز اس وقت میری باتوں کو سن کر والد صاحب خود دروازہ پر گئے مگر انہیں بھی میرے قدموں کے نشان تو نظر آئے مگر آنحضرتؑ کے قدموں کے نشان نظر نہیں آئے، ہم صبح کی تعقیبات نماز میں مشغول تھے کہ میرے ایک دوست نے طلاب کے لئے مدرسہ میں کوئلہ وغیرہ بھیجا جو اس سردی کے آخر تک کافی تھا۔[1]

---

[1] برکات ولی عصر ص ۱۱۵

عطائے طعام

ایک دن نجف اشرف میں ایک مجلس میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام اور آنحضرت کی زیارت سے مشرّف ہونے والے افراد کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، دوران گفتگو مرجع عالی قدر شیخ انصاری کے ایک شاگرد جناب سیّد باقر اصفہانی نے کہا:

شب بدھ مجاورین نجف اشرف میں سے کچھ لوگ مسجد سہلہ آتے ہیں، ایک روز میں بھی مسجد سہلہ گیا اور شب وہیں پر گزاری، دن میں بھی وہیں رہا، میرا ارادہ تھا کہ عصر کے وقت مسجد کوفہ جاؤں اور جمعرات کی شب وہاں گزاروں اور پھر اس کے بعد نجف اشرف واپس آجاؤں۔

اتّفاق سے جو زادراہ میرے پاس تھا سب ختم ہو گیا اور مجھے بہت تیز بھوک لگی تھی، اس زمانہ میں مدرسہ کی مسجد بھی ٹوٹی ہوئی تھی اور اس کے اند

رہنے کے لئے کوئی انتظام نہیں تھا، حالات کی ناسازگاری کے پیش نظر جو لوگ آتے تھے وہ باقاعدہ کھانے وغیرہ کا انتظام کر کے آتے تھے یا پھر وہاں زیادہ رکتے نہیں تھے لہٰذا وہاں کوئی روٹی وغیرہ فروخت کرنے والا نہیں آتا تھا، بھوک بہت شدت سے لگی تھی جس کی وجہ سے چلنے پھرنے کی قوت نہیں رہی تھی، میں مسجد کے بیچ و بیچ نماز پڑھنے لگا، ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اثنائے نماز میں نے ایک شخص کو دیکھا جو میرے نزدیک آ کر بیٹھ گیا اور وہ دسترخوان جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا، اسے بچھا دیا کھانا دیکھ کر میں دل ہی دل میں کہنے لگا کاش یہ شخص کچھ پیسے لے کر مجھے کھانا کھلا دے، پس جیسے ہی نماز ختم ہوئی اس نے میری طرف رخ کر کے کہا:

کھانا کھا لیجئے، میں نے شرم و حیا کے باعث انکار کر دیا، اس پر ان کا اصرار بڑھتا گیا اور میں انکار کرتا رہا، یہاں تک کہ میں نے قبول کر لیا اور ان کے قریب دسترخوان پر بیٹھ گیا اور پھر شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو آنجناب نے دسترخوان اٹھا کر خدا حافظ کہا اور مسجد میں بنے ایک کمرے میں داخل ہو گئے جو میری نظروں کے سامنے تھا، میں بغور انہیں دیکھ رہا تھا اور اس کمرے کو بھی میں نے اچھی طرح پہچان لیا، میں وہیں اس کمرے کی طرف رخ کئے ہوئے ان کے بارے میں بیٹھا سوچتا رہا یہاں تک کہ کافی دیر ہو گئی اور وہ کمرے سے باہر نہیں نکلے۔

آخرکار میں اپنی جگہ سے اٹھا تاکہ ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کروں جب میں اس کمرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے چاروں طرف دیکھا مگر وہاں ان کا نام ونشان نہیں ملا حالانکہ اس میں فقط ایک ہی دروازہ تھا جسے میں دیکھ ہی رہا تھا اور اس سے وہ ہرگز باہر نکلتے ہوئے دکھائی نہیں دیئے، پس کافی دیر تک حیرت واستعجاب کے عالم میں یہی سوچتا رہا کہ آخر یہ شخص کون تھا؟ پھر میں متوجہ ہوا کہ یہ مولا وآقا امام زمانہ علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔[1]

---

[1] برکات ولی عصر ص ۲۲۵

ملاقات امام زمانہؑ

شہر اصفہان کے رہنے والے ایک مولانا جن کا تعلق سادات سے تھا وہ ایک عرصہ تک حضرت امام حسین علیہ السلام سے متوسل رہے، ان کی دلی خواہش تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام یا حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کروں، اسی انتظار میں جب کافی دن گزر گئے تو وہ ایک دن بروز جمعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں داخل ہوئے اور ضریح اقدس کے قریب جا کر چادر کا ایک سرا اپنی گردن میں اور دوسرا ضریح اقدس میں باندھا اور صبح تک گریہ وزاری اور راز و نیاز میں مشغول رہے اور بار بار کہتے جاتے تھے: مولا! اس شب میری تمنا ضرور پوری کر دیجئے......

آخر کار جب صبح ہوئی تو زائرین حرم مطہر میں آنے لگے، جب آپ نے دیکھا کہ اب وقت گزر گیا لہذا نا امید ہو کر اٹھے اور عمامہ اتار کر ضریح مقدس

کے اوپر ڈال دیا اور کہا:

یہ سیادت بھی آپ کا حق ہے، مولا! آپ نے مجھے نا امید کر دیا بس اب میں جا رہا ہوں، یہ کہہ کر وہ حرم مطہر سے باہر نکل گئے ابھی چند قدم چلے ہی تھے کہ ایک سیّد بزرگوار نزدیک آئے اور کہا:

آیئے حضرت عبّاس علیہ السلام کی زیارت کے لئے چلتے ہیں، سید کہتے ہیں: انہیں دیکھ کر میں سب کچھ بھول گیا اور بے خودی کے عالم میں ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا، ہم نے پاسبان سے جوتے لئے اور زیارت کے لئے چل دیئے، راستہ میں ہم دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے، سیّد بزرگوار نے مجھ سے کہا:

تمہاری کیا حاجت ہے؟

میں نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کروں۔

جواب دیا: یہ تو ممکن نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: تو پھر حضرت صاحب الزمانؑ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

جواب دیا: ہاں یہ ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ چھ اور چیزوں کے بارے میں بھی سوال کیا، جس کا

آنجناب نے بطور احسن اطمینان بخش جواب دیا، جب ہم چلتے چلتے صحن مقدس کے نزدیک بازار تک پہنچے تو انہوں نے کہا:

تمہارا سر برہنہ ہے تم عمامہ نہیں پہنتے؟

میں نے کہا: عمامہ کو ضریح اقدس امام حسینؑ کے اوپر ڈال آیا ہوں، اس وقت وہاں بازار میں ایک کپڑوں کی دکان نظر آئی، آنجناب نے کہا:

آیئے اس دکان دار کے پاس چلتے ہیں، میں چپ چاپ ان کے ساتھ چل پڑا، جب ہم دکان پر پہنچے تو آنجناب نے صاحب دکان سے کہا:

ان سیّد کو سبز عمامہ کا کپڑا دیجیے، دکان دار نے سبز عمامہ کا کپڑا نکال کر دے دیا۔

میں نے عمامہ بنا کر سر پر رکھ لیا، اس کے بعد ہم حضرت ابوالفضل العبّاس علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں ہم نے نماز و زیارت اور دیگر بقیہ اعمال انجام دیئے، اس کے بعد آنجناب نے کہا:

حضرت سیّد الشہداؑ کی زیارت کے لئے چلتے ہیں۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے، ہم زیارت کی غرض سے حضرت امام حسینؑ کے روضہ مبارک کی طرف چل دیئے یہاں تک کہ اسی پاسبان (جو زائرین کے جوتے رکھتا تھا) کے پاس سے گزرے اور اندر داخل ہو کر زیارت پڑھنے لگے ابھی زیارت تمام نہیں ہوئی تھی کہ اذان ہونے لگی آنجناب نے کہا:

دیکھئے سیّد ابوالحسن جماعت سے نماز پڑھا رہے ہیں، جایئے ان کی اقتدا میں نماز پڑھیے۔

یہ سنکر میں گیا اور صف اول یا دوّم میں کھڑا ہو گیا لیکن اسی اثنا میں نے دیکھا کہ آنجناب صف کے آگے کھڑے ہیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سیّد ابوالحسن ان کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں، آخر کار جماعت کا آغاز ہوا اور ہم نماز پڑھنے لگے، میں نے اثنائے نماز آنجناب کو دیکھا کہ آپ فرادیٰ نماز پڑھ رہے ہیں یہ دیکھ کر میرے ذہن میں خیال آیا کہ آخر یہ کیا بات ہے، مجھ سے کہہ دیا کہ جناب سیّد ابوالحسن کی اقتدا میں باجماعت نماز پڑھو اور خود فرادیٰ پڑھ رہے ہیں؟!

اس طرح کے خیالات میرے ذہن میں بار بار آرہے تھے، یہاں تک کہ نماز تمام ہوئی، میں نے دل ہی دل میں کہا: ان سیّد بزرگوار کے بارے میں پوچھتا ہوں یہ کون ہیں؟

یہ سوچ کر یکبارگی جیسے ہی سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو وہاں وہ موجود نہ تھے، یہ دیکھ کر میں فوراً اٹھا اور اطراف میں انہیں دیکھنے لگا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئے، ضریح اقدس کے چاروں طرف نیز صحن میں ہر طرف دیکھا مگر وہ نظر نہیں آئے، فوراً دوڑ کر نگہبان کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا:

آپ نے انہیں پہچانا کون تھے؟

میں نے کہا: نہیں کوئی انجان آدمی تھے، اس کے بعد میں ہر طرف انہیں دیکھنے لگا یہاں تک کہ دیکھتا ہوا جلدی سے وہاں پہنچا جہاں کپڑوں کی دکان تھی تا کہ اس سے دریافت کروں لیکن میں نے دیکھا کہ تمام دکانیں بند ہیں اور ابھی سورج بھی طلوع نہیں ہوا ہے اطراف میں دوڑتا ہوا تمام دکانوں پر گیا مگر کوئی دکان کھلی ہوئی نظر نہیں آئی، یہ عجیب و غریب منظر دیکھ کر بڑا تعجب ہو رہا تھا، آخر کار میں انہیں تلاش کرتا ہوا تیزی سے حضرت عباس علیہ السلام کے صحن میں پہنچا، مگر آنجناب وہاں بھی نظر نہیں آئے، میں انہیں تلاش کرتے ہوئے واپس حضرت سیّد الشہداء علیہ السلام کے حرم میں آیا مگر ان کا کہیں نام ونشان نہیں ملا، اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ یقیناً آنجناب حضرت امام زمانہ علیہ السلام ہی تھے جنہیں میں پہچان نہ سکا۔

عطائے انگشتری

ایک شخص نے تجارت شروع کی، کچھ دنوں بعد اسے اس قدر نقصان ہوا کہ اس کی زندگی تنگ ہو گئی، بالآخر وہ نجف اشرف آیا اور حضرت امام علیؑ کے جوار میں رہنے لگا، اپنی مشکل آسان کرنے کے لئے اس نے امام علیؑ سے توسل کیا، اسی طرح جب اسے کافی دن گزر گئے تو ایک دن چند لوگ اس کے پاس آئے اور کہا: اے بھائی! تم مسلسل چالیس دن تک مسجد سہلہ جاتے رہو انشاءاللہ تمہاری مشکل حل ہو جائے گی اور یہ بات بھی بہت مشہور ہے کہ جو شخص پے در پے اس عمل کو انجام دیتا ہے اسے امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

تاجر کہتا ہے: یہ سن کر میں بڑا متاثر ہوا اور اس عمل میں مشغول ہو گیا!

سب عمل کے چالیس دن پورے ہو گئے اور امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت سے شرفیاب نہیں ہوا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں سے سامرا چلا جائے ہو سکتا ہے میرا مقصد وہاں پورا ہو جائے، یہ سوچ کر میں نے ایک اونٹ کرائے پر لیا اور اونٹ کے مالک کے ساتھ سوار ہو کر نجف اشرف سے سامرہ کی طرف روانہ ہو گیا، جب ہم شہر سے نکل کر کافی دور پہنچ گئے تو میں نے اونٹ کے مالک سے کہا: مجھے قضائے حاجت کرنا ہے لہٰذا اونٹ روک کر مجھے اتار دیجئے میں ابھی آتا ہوں۔

یہ سن کر اونٹ کے مالک نے اونٹ روک دیا اور میں قضائے حاجت کی غرض سے ایک طرف چلا گیا، اتنے میں اونٹ والا سوار ہو کر فرار ہو گیا، یہ دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا کہ اب کیا کیا جائے کیوں کہ وہاں سواری کا کوئی بندوبست نہیں تھا، آخر کار جب کوئی راہ حل نظر نہیں آئی تو میں پیدل سامرا کی طرف چلنے لگا، ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ میں نے ایک ایسے جلیل القدر شخص کو دیکھا کہ جن کے چہرے سے نور برس رہا ہے، انہیں دیکھ کر مجھ پر ایک ہیبت سی طاری ہو گئی، پھر ہم نے ایک دوسرے کو سلام کیا، احوال پرسی کے بعد ہم آپس میں باتیں کرنے لگے، دوران گفتگو انہوں نے مجھ سے پوچھا:

تمہارا کہاں کا قصد ہے؟

میں نے عرض کیا: جناب میں سامرا جا رہا ہوں۔

انہوں نے فرمایا: میرزا صاحب سے کہنا کہ فلاں شخص نے کہا ہے کہ آخر تم فلاں سیّد سے غافل کیوں ہو؟ اگر تم سے وہ سوال کریں کہ تم سے یہ کس نے کہا ہے تو ان سے کہنا کہ جس نے تمہیں نصف شابان کی شب میں انگوٹھی دی تھی۔

میں جب نجف اشرف سے چلا تھا تو تنگیِ وقت کی بنا پر سفر کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام نہیں کر سکا تھا لہٰذا میرے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی اور بھوک بڑی شدّت سے لگ رہی تھی اور وہاں بیابان راستہ میں دور دراز تک کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں تھا مجبور ولاچار بھوک اور پیاس کے عالم میں راستہ طے کر رہا تھا، دوران گفتگو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

لگتا ہے تم بھوکے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی حضور، اتفاق سے جب نجف اشرف سے چلا تو تنگیِ وقت کی بنا پر کھانا مہیّا نہ کر سکا اور واقعاً بڑی سخت بھوک لگی ہے، یہ سن کر فوراً انہوں نے گرم وتازہ روٹیاں نکال کر مجھے دیں۔

یہ دیکھ کر میں دنگ رہ گیا، آخر کار اس بیابان میں اس طرح کی گرم وتازہ روٹیوں کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، آخر یہ شخص کہاں سے لے آیا، یہ سوچتے ہوئے میں نے دل ہی دل میں کہا کہ کہیں یہ شخص وہی میرے محبوب ومطلوب حضرت امام زمانہؑ تو نہیں، بس اس خیال کے آتے ہی اب جو سر اٹھا

۔۔یکھا تو وہ موجود نہ تھے، ہر طرف دور و دراز تک نظریں دوڑائیں مگر وہ نظر نہیں آئے تب میرے ذہن میں آیا کہ آنجناب حضرت امام زمانہؑ تھے۔[1]

---

[1] شیفتگان حضرت مہدی جلد۲، ص۱۷۶

مظلوم زمانہ

مولانا سید اسماعیل شرفی بیان کرتے ہیں:

ایک بار میں مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا، میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں زیارت پڑھ رہا تھا چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر کے بالائے سر دعا جلد مستجاب ہوتی ہے، لہذا میں وہاں پر خدائے رحیم و کریم سے دعا کر رہا تھا کہ مجھے میرے مولا و آقا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی زیارت کا شرف عطا فرمائے، میں زیارت پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا ایک جلیل القدر شخص جن کا چہرہ بہت نورانی تھا میرے پاس آئے، انہیں دیکھ کر میں بڑا مرعوب ہوا اور میں نے بعد سلام ان سے کہا:

آپ کا تعارف؟

جواب فرمایا: میں دنیا کا مظلوم ترین شخص ہوں۔

اس جملہ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ شاید یہ نجف اشرف کے بزرگ علمائے دین میں سے ہیں، چونکہ لوگوں نے ان سے استفادہ اور تقرب حاصل نہیں کیا لہٰذا یہ خود کو مظلوم سمجھتے ہیں، ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک میں متوجہ ہوا کہ میرے آس پاس کوئی نہیں ہے، پس اس وقت میں سمجھا کہ وہ امام زمانہ علیہ السلام تھے جو خود کو مظلوم ترین شخص کہہ رہے تھے، افسوس کہ وہ بہت جلد غایب ہو گئے اور اس وقت میں انہیں پہچان نہ سکا۔[۱]

ش[illegible]گان حضرت مہدیؑ جلد ص ۱۶۰

فہرست منابع

قرآن مجید

شیفتگان حضرت ولی عصر

برکات ولی عصر

مسجد جمکران

نجم الثاقب

ملاقات با امام عصرؑ

ملاقات با امام زمانؑ

کرامات علما

عنایات حضرت مہدیؑ بہ علما و طلاب

العبقری الحسان

بلبل بوستان حضرت مہدی علیہ السلام

ترویج اسلام اور ترویج آگہی کیلئے مطبوعات

- قرآن مجید پاکٹ سائز
- چہل حدیث جلد اول تا چہارم
- خطبات امام حسینؑ
- قرآن ہمارا عقیدہ
- یالیتنا (شاعری مجموعہ
- کعبہ سب کو پیارا
- تشیع تقاضے اور ذمہ داریاں
- معاد (قیامت)
- تفسیر سورہ یٰس
- توضیح المسائل
  استفتاء اور ان کے جوابات
  (اول عبادات دوم معاملات)
- راز بندگی (دستغیب)
- 16 معجزے
- قرآن و ہدایت
- تذکرۃ المعصومینؑ
  (900 سوالات و جوابات)
- امام مہدیؑ کی واپسی اور جدید خطاب

- تعقیبات نماز باترجمہ
- نماز کامل باترجمہ
- دعائے نور باترجمہ
- دعائے کمیل باترجمہ
- دعائے توسل باترجمہ
- حدیث کساء باترجمہ
- دعائے مشلول باترجمہ
- دعائے ندبہ باترجمہ
- دعائے جوشن کبیر باترجمہ
- زیارت عاشورا باترجمہ
- زیارت ناحیہ
- استعاذہ (اللہ تعالیٰ سے مشورہ [illegible])
- مولائی داستانیں
- امامت و رہبری (مطہری)
- عیون اخبار الرضا شیخ صدوق
- توحید (دستغیب)
- زینبؑ زینبؑ ہے

- جلوہ ہائے رحمانی
- غلامانِ اہلبیتؑ
- علیؑ تو علیؑ ہے
- گفتار دلنشین
- تربیتِ فرزند
- وظائف الابرارؒ
- 14 معجزے
- وظائف نادِ علیؑ
- پنج سورۃ مترجم
- ہمارے عقائد
- آداب معاشرت
- سورۃ یٰسین مترجم
- دعائے سباسب
- دعائے صباح
- مجرب دعاوں کا مجموعہ
- نماز شیعہ مترجم
- امالی شیخ صدوق
- خود سازی
- صحیفہ کربلا

شہید علامہ عارف الحسینی کی کتب

- سفیر نور
- سخن عشق
- دعائے کمیل (وصال حق)
- آداب کارواں
- پیام نور
- گفتار صدق
- سفیر انقلاب

اسلامی اخلاقی و مذہبی کتب کی خریداری کیلئے

ملنے کا پتہ:

مکتبۃ الرضا

8- بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون: 042-7245166

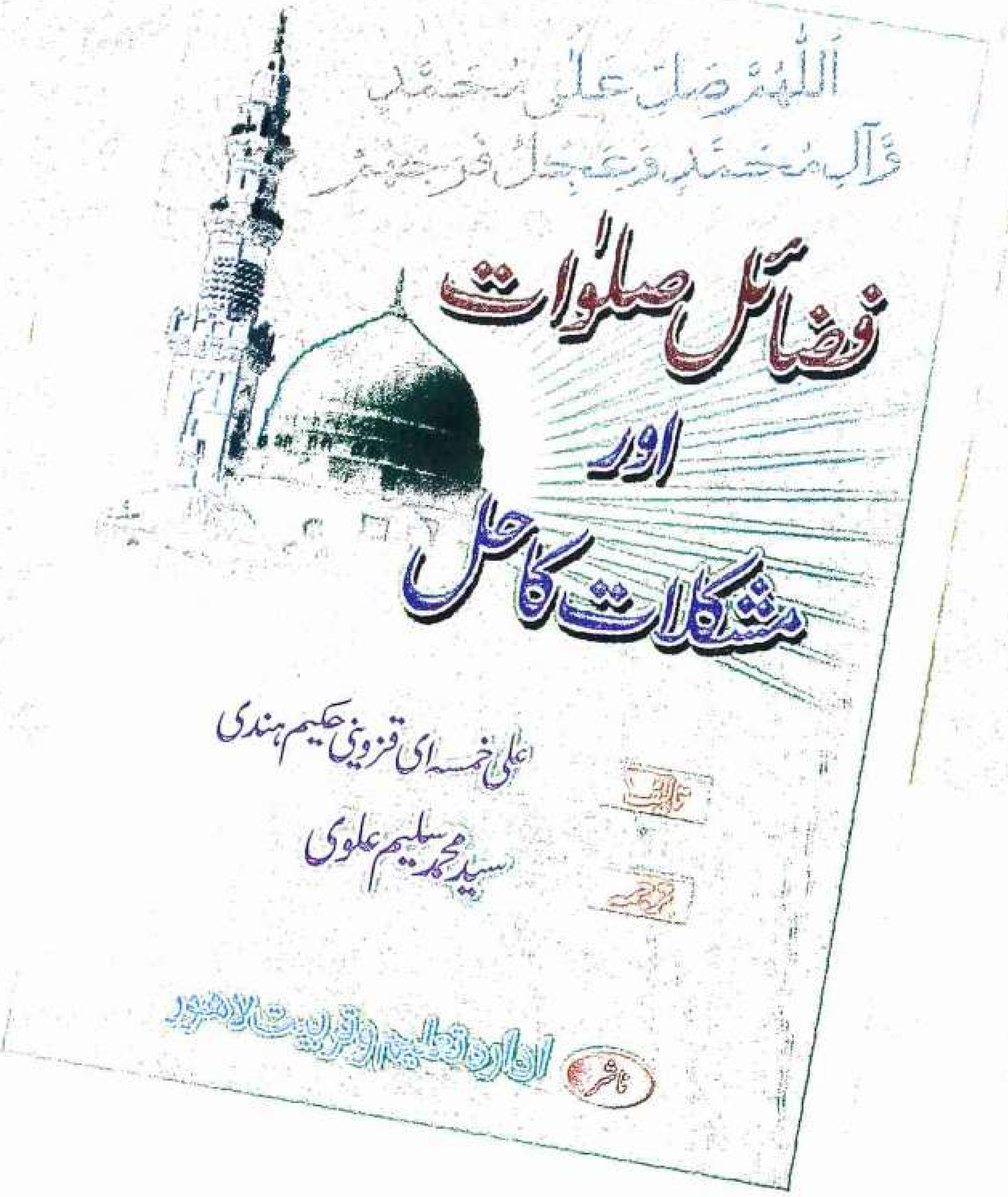

تب فضائل صلوٰات اور مشکلات کا حل لائق مطالعہ اور فائدہ مند ہے۔ دلچسپ، جذاب اور کاموں
حل کرنے والی ہے۔ اگر آپ اپنی زندگی کے بند تالوں کو کھولنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ جادو وغیرہ کو
ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ثروت منداور پریشانیوں سے نجات چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنی
گی میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا بغور مطالعہ کریں۔ اور صلوٰات پڑھ کر اپنی مشکلوں کو
سان کریں۔ اور اس کتاب کو ہدیہ دیکر دوسروں کے ثواب میں بھی شریک ہوں۔

ملنے کا پتہ
مکتبۃ الرضا
بیسمنٹ ۸ میاں مارکیٹ
اردو بازار لاہور۔ فون: ۷۲۲۵۱۶۶